NC
www.novelsclubb.com
ہرمز
عفت عطاء
ناولز کلب
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

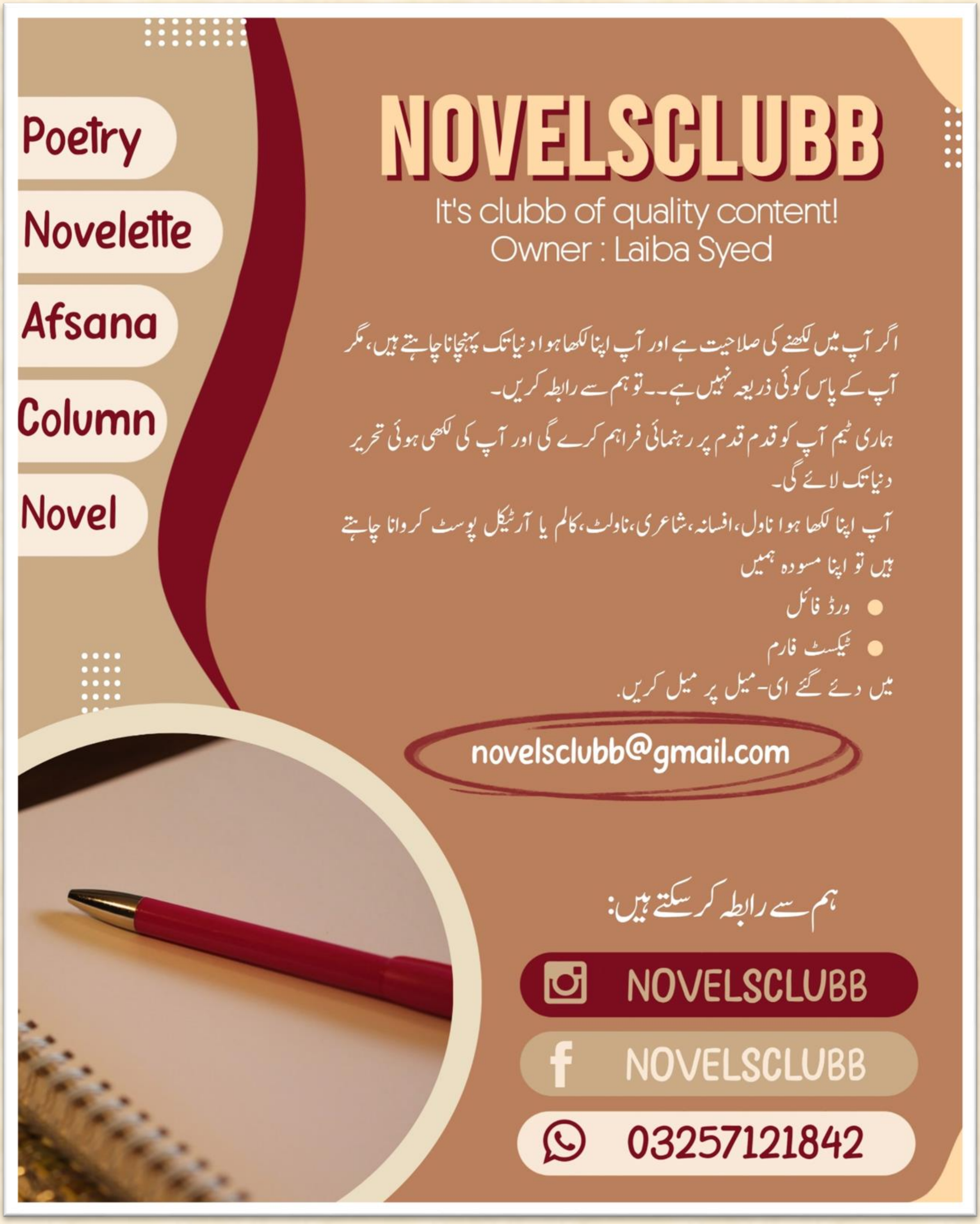
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

ہُرمُز

از قلم

عفت عطاء

Clubb of Quality Content!

اندلس شمالی افریقہ کے بلکل سامنے یورپ کے جنوب مغربی کنارے پہ ایک حسین جزیرہ نما ہے جگہ ہے، موجودہ دور میں یہاں پرتگال اور سپین دو ممالک واقع ہیں کسی زمانے میں یہ دو ممالک مغربی دنیا کے عظیم ترین ممالک میں شمار ہوتے تھے۔ مسمانوں کی فتح سے پہلے یہاں کی حکومت سلطنت روم کی ہمسر تھی مگر مسلمانوں کے دور میں یہ پورے یورپ میں اسلامی روشنی کا منار تھا۔ اندلس کی فتح کے بعد طارق بن زیاد نے یہاں اپنے فوجی دستوں کو چھوڑ دیا جنہوں نے یہاں کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو فتح کیا، اس فتح کے بعد مسلمانوں نے یہاں تقریباَ پانچ سو سالوں تک حکومت کی۔

"گو کہ ملک اور شہر حقیقی ہیں مگر کہانی "ہُر مُز" میں دیکھائے جانے والے تمام کردار اور واقعات فرضی ہیں، کسی کی حقیقی زندگی یا قدیم اندلس میں مسلمانوں کی پانچ سو سالہ حکومت سے اس کہانی کی مماثلت محض اتفاق ہی ہو سکتی ہے"

انتساب

"میری پہلی محنت، میری پہلی کوشش اور میری پہلی تحریر کا ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کے نام جس نے مجھے پیدا کیا جمے ہوئے خون سے اور علم سکھایا قلم کے زریعے"

ہُرمز

بقلم: عفت عطا

باب اول: تخت

دریچے کے پٹ کھلے ہوئے تھے اور رات کی تازہ ہوا کے پرعزم جھونکے بغیر کسی تردد کے اندر داخل ہو رہے تھے جن میں بہار کی آمد کا پیغام تھا، چھوٹے مگر قدرے صاف ستھرے کمرے کی واحد وہ دائیں دیوار خالی تھی جس کے سامنے بڑا سا لکڑی کا میز رکھا، کمرے کی باقی تینوں دیواروں میں اوپر سے نیچے تک خانے بنے تھے جن میں کتابیں دیدہ ذیب انداز میں رکھی گئی تھیں، کمرے میں کہیں بھی دھول مٹی کا شبہ تک نہ تھا ہر چیز اس انداز میں رکھی گئی تھی جیسے اسی جگہ کے لیے بنی ہو، کمرے کے ہر کونے سے نفاست ٹپکتی محسوس ہو رہی تھی مگر جب تک کہ نگاہ میز کے وسط میں نہ اٹھے، کمرے کی نفاست کے

Clubb of Quality Content

برعکس وہاں مختلف کاغذات بکھرے ہوئے تھے اور کچھ کتابیں بھی کھلی ہوئی تھیں، میز کے کونے سے اٹھتی زرد روشنی ان کی لکھائی تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر تھی سو الفاظ واضح نہ ہو سکے اسی دوران کمرے میں یک دم دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی بھاری آواز ابھری اور ماحول کا سکوت ٹوٹا کمرے میں عجلت بھرے قدموں کی چاپ ابھری، نوار نے تیزی سے میز کے گرد رکھی کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا، سکون کا سانس بھرتے اس نے زرد روشنی کو ہاتھ سے کھینچ کے میز پہ بکھری کتابوں اور کاغذات کے نزدیک کیا، زرد روشنی کے عکس میں سیاہ الفاظ روشن ہوئے، کچھ جان لینے کی چاہ میں نوادر کی آنکھوں میں روشنی ابھری، گردن جھکا کر اس نے تمام تر دلچسپی سے زرد روشنی میں نمایاں ان سیاہ الفاظ کو دیکھا۔

اندلس

شہر: قرطبہ

(اسلامِ سلطنت قرطبہ کا دوسرا دور)

(1389-1350)

پہلا خط

یہ اندلس کے عبد للہ کی جانب سے مشرق وسطی کے حکمران کو لکھا گیا پہلا خط تھا۔

یہ مسلمان دنیا میں رونما ہونے والی نئی اور پریشان کن تبدیلیوں کی آگاہی تھی۔

یہ ہر انسانی جذبے اور آگ کے لاوے میں بھڑکتے لالچ کی وہ عکاسی تھا جس کا آئینہ ہر مومن کی بصارت کے سامنے تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یہ وہ وقت ہے جب اسلام کی بات کرنے والے دنیا سے گم ہو رہے ہیں اور جو اس کے سائے تلے جمع ہیں ان کی قدر ختم ہوتی جا رہی ہے، اللہ اور اس کے پیغمبر کے دین میں ملاوٹ کرنے والے ہر موڑ پہ کھڑے ہیں، اپنی منہ توڑ خواہشات کو اپنے مرضی و منشا سے اسلام کے عقائد میں ڈھال دینا لوگوں کا شیوہ بن چکا ہے، جیسے جیسے ریاستیں دنیاوی ترقی کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں ویسے ہی ان کے قائدے اور قانون جہالت کی پستی میں گر رہے

ہیں، حرام کی لذت ہر مسلمان کی زبان کو لگ چکی ہے اور اسی حرام نے ان کے دلوں کو لالچ سے بھر دیا ہے نہ تو اب والدین وہ رہے ہیں اور نہ اولاد وہ رہی ہے، ہر کسی کی اپنی اپنی ترجیحات ہیں اور اپنے اپنے تخت ہیں، کسی کو حکمرانی کے تخت کی چاہ ہے تو کسی کو بھرپور شہرت کی، کوئی اندھی دولت کمانے میں اللہ کو بھولے بیٹھا ہے تو کسی کو صرف اپنی ذات کے مسائل یاد رہ گئے ہیں"

شبِ یلدا سے چند ہفتے قبل

اس کے قدموں کی رفتار ایک لمحے کو رک گئی، یہاں سے آگے اسے محتاط ہو کر گزرنا تھا ،بازار المقاطہ کی تنگ گلیوں سے گزرتے اس نے احتیاط کاری سے اطراف کا جائزہ لیا اور پھر ایک ریڑھی والے کے پاس رک کر دھیمی آواز میں کچھ دریافت کیا، سیاہ چغہ پہنے اس کا وجود مکمل چھپا ہوا تھا، ریڑھی والے نے سامان یہاں وہاں کرتے اس کچھ بتایا اس نے اطمینان سے سر ہلایا اور پلٹ کر مخالف سمت سست رفتاری سے چلنے لگا اسے یقین تھا کہ کوئی بھی

اس کے تعاقب میں نہیں ہے،یہی وجہ تھی کہ اس کی چال میں بلا کا اعتماد تھا،چلتے چلتے وہ ایک گلی کی اختتام پہ رک گیا،زیر زمین جاتے زینے اتر کر وہ ایک بوسیدہ لکڑی کے دروازے کے سامنے رک گیا،احتیاط سے اپنے پیچھے دیکھتے اس نے دھیمی سی دستک دی۔

"دکان میں سامان ختم ہو چکا ہے"دروازے پہ بوڑھا نمودار ہوا اور اسے دیکھتے درشتی سے اطلاع دی۔

دوسری طرف ویسا ہی سکون تھا"میرے پاس ہر سامان موجود ہے اگر آپ مجھے موقع دیں تو"بھاری مرانہ آواز میں بتایا گیا۔

"ہہوں"ہنگار بھرتے بوڑھا دروازے سے ہٹ گیا"آجاؤ مگر دکاندار کو مایوس مت کرنا"اس نے تنبیہہ کی۔

"بے فکر رہیں"وہ مطمئن تھا۔

بوڑھے نے دروازہ بند کیا اور اسے لیے آگے بڑھتا گیا،اندر قیمتی کالین اور مختلف رنگوں کے کپڑوں کا ڈھیر تھا وہ ان کے بیچ میں سے راستہ بناتے ایک لکڑی کی الماری کے سامنے رک گئے،بوڑھے نے دیوار کے وسط میں لگی مشعل کھینچی اور الماری اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔

بوڑھے نے الماری کے پیچھے بنے دروازے پہ رک کر آواز دی" محل سے خریدار آیا ہے استاد"

" بھیج دو"اندر سے مصروف سی آواز آئی۔

بوڑھے نے سیاہ چغے میں ملبوس شخص کو دروازہ کھول کے راستہ دیا۔

خالی کمرہ قندیلوں سے روشن تھا،سامنے دیوار پہ پڑا سا نقشہ لٹک رہا تھا اور اس کے سامنے کھڑے شخص کی پیٹھ دروازے کی جانب تھی۔

"استاد محترم"وہ تعظیم میں زمین پہ گھٹنوں کے بل بیٹھا اور اس لمبی پوشاک کو لبوں سے لگایا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم محل سے کچھ خاص لائے ہو گے" وہ پلٹا، سفید جلد نیلی آنکھوں والا شخص ادھیڑ عمر تھا۔

"مشرقِ وسطیٰ سے پیغام آیا ہے استادِ محترم، مسلمانوں کو متحد ہونے کی دعوت دی گئی ہے "اس نے چغے کے اندر سے ایک دستاویز نکالی" میں نے اسے سلطان تک پہنچنے سے پہلے ہی حاصل کر لیا ہے"

"بہت خوب بارکو! بہت خوب "اس کی نیلی آنکھیں شیطانیت سے مسکرائیں" تم نے محل میں اپنی جڑیں مضبوط کر لی ہیں اور اتنے سال اس محل کی خدمت کرنے کے بعد اب وقت آگیا ہے کہ تم تخت چھین لو سلطان سے، جلد اندلس میں یہودیوں کی حکومت ہو گی، ہم ان مسلمانوں کی کی نسلوں کو نیست و نابود کر دیں گے، بہت جلد پوری دنیا میں یہودیت پھیل جائے گی "اس نے جیسے مستقبل کا نقشہ کھینچا۔

بارکو اٹھ کھڑا ہوا "ہمارے جاسوس پورے اندلس میں موجود ہیں استاد، ہم نے سود کو یہاں عام کر دیا ہے، مسلمانوں کا کوئی ایسا کاروبار نہیں ہے جس میں یہودی شراکت نہ ہو، ہم

نے انہیں ہر طرف سے جکڑ لیا ہے بس صحیح وقت آتے ہی ہم سلطان کا تخت پلٹ دیں گے"

"میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں بار کو "اس کی گردن تنفر سے اٹھ گئی، دعائیں لیتا بار کو پلٹ گیا تو وہ نقشے کی جانب مڑا۔

"دمشق سے لے کر اندلس تک یہودیت پھیل جائے، ہمارا مقدس مذہب پوری دنیا پہ حکومت کرے گا، مسلمانوں کے خلاف یقیناً ہمیں باز نطینیوں کی ضرورت پڑے گی، اب وقت آ گیا دنیا کو مسلمان جیسی گند سے پاک کرنے کا "اس کی نیلی آنکھیں چمک رہی تھیں، اس کا دماغ تیزی سے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"ملکہ "درخت کے موٹے تنے سے ٹیک لگائے وہ کراہا اور گردن اٹھا کر نارنجی گگن کو دیکھنا چاہا، کثیف جنگل کے اونچے درختوں کے درمیان اسے صرف اتنا علم ہو سکا کہ عصر بیتنے میں بہت قلیل وقت پڑا ہے، جمود اس کی ہڈیوں میں گھس چکا تھا، آنکھوں کے آگے

دھند لاہٹ تھی،اسے محسوس ہوا کہ موت کا فرشتہ دھیرے دھیرے اس کی جانب قدم بڑھا رہا ہے،اسے درد محسوس نہیں ہو رہا تھا مگر مسلسل بہتے خون نے اس کی توانائی ختم کر دی تھی اگر وہ مرتا تو یقیناً یہ شہادت ہوتی مگر اسے مسلسل اپنی مہم کی فکر ستا رہی تھی،اس کے مقاصد ابھی ادھورے تھے،اس نے اندلس کے لیے ہُرمز ڈھونڈنا تھا۔

"ملکہ "اس نے ایک بار پھر پکارا مگر ملکہ وہاں نہیں تھی،چند گہرے گہرے سانس بھرتے اس نے خود کو بمشکل گھسیٹ کر جھیل سے آتی ندی کے نزدیک کیا اور خون آلود ہاتھ دھونے کی کوشش کی پھر اسی ایک ہاتھ میں ہی پانی لے کر جا منی پڑتے ہونٹوں سے لگایا،دوسرا ہاتھ وہ پہلو میں رکھے ہوئے تھا جہاں زرہ کے اندر تیر پیوست ہونے کے بعد اب تک خون رس رہا تھا،اسے کاندھے اور ٹانک پہ بھی تیر لگے تھے مگر ان کا خون جم چکا تھا۔وہ جب سے یہاں بیٹھا تھا ملکہ تب سے غائب ہو گئی تھی،وہ پر یقین تھا کہ جو لوگ اس کے تعاقب میں ہیں وہ اس کا سراغ کھو چکے ہیں۔

"اللہ! مجھے اس "اس کے لبوں سے ادا ہوا وہ کچھ کہنا چاہتا تھا، ہمت جمع کرتے وہ اٹھا ،ابھی ایک قدم بمشکل تھوڑے فاصلے پہ پڑی تلوار کی جانب اٹھایا تھا کہ آنکھوں کے آگے تاریکی چھا گئی اس نے خود کو سمبھالنے کی کوشش مگر سارے منظر جیسے کہیں گم ہو گئے اور وہیں ندی کے کنارے ایک جانب لڑ دھک گیا۔

☆☆☆☆☆☆

"یہودی محل تک رسائی حاصل کر چکے ہیں اور آج قرطبہ میں ایک اور قافلے کو اجازت مل گئی ہے تجارت کی"سیاہ چغہ پہنے وہ گھنے جنگل کے بیچ راستہ بناتے ہوئے قدم بڑھا رہی تھی "ہم سب خود ان کے لیے راستے ہموار کر رہے ہیں، یہ ہم ہی ہیں جو ان کی اشیاء خرید رہے ہیں یہ ہم ہی ہیں جو اپنی زمین ان کے لیے چھوڑ رہے ہیں، آخر ہم مسلمان کس سمت جا رہے اللہ، ہم اپنے لیے تباہی کیوں چن رہے ہیں، بابا کو ہمارے حالات نظر کیوں نہیں آتے، ہماری ریاست تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے، ہر گزرتے دن کے ساتھ ہمارے سپاہی شہید ہو رہے، صلیبی اور یہودی مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکے ہیں اور ہم مسلمان آپس میں ہی

دست و گریبان ہیں، ہم مسلمان ایک دوسرے سے حسد اور نفرت کرنے میں مصروف ہیں" اسے خود سے باتیں کرنے کی عادت تھی، سوکھی ٹہنی کو مروڑتے اس کی آنکھوں میں یاسیت تھی، عصر ڈھل رہی تھی اور بہت جلد اندھیرا غالب آجاتا، محل میں اس کی غیر موجودگی محسوس ہوئی جاسکتی تھی مگر ابھی اسے فکر نہ تھی۔

"یہ یہودی ہماری ریاستوں کو تباہ کر رہے ہیں، قرطبہ اندلس کا دارالحکومت ہے مگر یہاں مسلمانوں سے زیادہ تعداد یہودیوں کی ہے، کبھی کبھی مجھے لگتا ہے ہم مسلمان دنیا سے بلکل ختم ہو جائیں گے ہماری نسلیں یہودیوں کی غلامی کریں گی، ان کی دولت کے آگے ہمارا ایمان بک جائے گا اللہ! یہ عالمِ اسلام کو خرید لیں گے" اور یہاں آکر اس کا دماغ مفلوج ہو جاتا، اس خیال کی تکلیف ہر اہل ایمان والے کے دل میں خنجر پیوست ہونے کے برابر تھی۔

سست روئی سے قدم اٹھاتے وہ ایک لمحے کو رک گئی اسے واپسی کا خیال آیا" اگر محل میں کسی کو پتہ چلا تو"

"ماہ سمبھال لے گی" تسلی آمیز کہتے اس نے سامنے دیکھا، اس کی منزل پہنچ چکی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"لِلیم "اس کے لبوں سے بے ساختہ ادا ہوا،وہ بے خودی میں آگے بڑھتی گئی۔(لِلیم لاطینی زبان میں نرکس کے پھول کو کہا جاتا ہے)جنگل کے درمیان بڑے سے میدان میں واقع وہ چھوٹی سی جھیل نرگس کے پھولوں میں گھری ہوئی تھی۔بے تحاشہ نرگس کے پھول کی قدم رکھنے کہ جگہ تک نہ ہو،وہ جھیل کئی صدیوں پرانی تھی اور اسے یہ نام بھی تب کے لاطینیوں نے دیا تھا جو اب تک چلتا آرہا تھا۔ڈوبتے سورج کا عکس جھیل پہ پڑ رہا تھا اور پھولوں کا رخ سورج کی سمت تھا،منظر انتہائی دل فریب تھا۔

"میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اس کی تعریف بیان کرنے کے لیے"وہ بے خودی کے عالم میں بڑبڑائی اور قدم آگے بڑھائے۔

"مجھے قرطبہ سے بہت محبت ہے یہ میرا شہر ہے اور مجھے یہاں یہودیوں کی موجودگی گوارا نہیں ہے،بابا کی آنکھوں پہ سونے کی پٹی بندھی ہوئی"للیم کے پانی میں اپنے عکس کو دیکھتے وہ ایک لمحے کو ٹھہر گئی"مگر زلیخا کی آنکھیں پاک ہیں،قرطبہ کا تخت میرا منتظر ہے مجھے قرطبہ

کو یہودیوں سے پاک"اس کے پہلے کہ وہ جملہ مکمل کرتی پیچھے آہٹ ہوئی وہ کرنٹ کھا کر پلٹی، گہرا بھورا رنگ اور گھنگرالے بالوں والا گھوڑا اسی سمت آرہا تھا۔

"یہ کسی کا بھاگا ہوا لگ رہا ہے"وہ اس کے سامنے آ کر رکا،انداز میں بے چینی نمایا تھی وہ مسلسل ٹانگیں زمین پہ مار رہا تھا،اس نے گھوڑے کی گردن پہ ہاتھ پھیرا جب نظر اس کی زین پہ پڑی۔

"یہ۔۔۔۔زین خون آلود ہے"چونک کر کہتے ساتھ ہی زلیخا نے گھوڑے کی لگام تھام لی" شش!۔۔۔۔۔کیا تم زخمی ہو" گھوڑا بے چینی سے ان کے گرد گھومنے لگا۔

" گھوڑے پہ کوئی زخم نہیں ہے کیا کوئی اور زخمی ہے"جھک کر گھوڑے کا معائنہ کرنے کے بعد خیال آتے ہی وہ سیدھی ہوئی۔

"کیا کسی کو مدد چاہیے" گھوڑے نے بے چینی سے ٹانگیں زمین پہ ماریں، گہرا سانس ہوا کے سپرد کرتے اس نے گھوڑے کی لگام تھام لی "چلو میں چلتی ہوں تمہارے ساتھ" گھوڑا آگے بڑھتا گیا اور وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتی گئی۔

جھیل والا میدان ختم ہو گیا ڈھلان اتر کر وہ ندی کے برابر چل رہی تھی جب گھوڑے کے قدم تیز ہوئے اس کی بے چینی بڑھ گئی تو زلیخا نے لگام چھوڑ دی گھوڑا ندی پار کرتے دوسرے کنارے درخت کی اوٹ کی جانب جھکا۔

"اوہ الھی" گھوڑے کے تعاقب میں دیکھے اس کی زبان نے بے ساختہ ادا ہوا، ندی کے ٹھنڈے پانی کو پار کرتے وہ تیزی سے آگے بڑھی اور زخمی کی پاس گھٹنوں کے بل بیٹھی۔

"الھیٰ" ایک لمحے کو اس کی آواز خود سے لرز گئی "کیا یہ زندہ ہو گا"

زُلیخا کی آنکھوں میں خوف تھا اس نے گردن موڑ کر گھوڑے کو دیکھا وہ بے چین تھا اسے ترس سا آیا اس پہ "پہلے اسے سیدھا کرتے ہیں تم پریشان مت ہو" کہتے اس نے اسے

کاندھوں سے تھام کر سیدھا کیا، جیسے ہی مرد کا چہرہ سامنے آیا زلیخا کے ہاتھوں کی حرکت رک گئی، ایک لمحے کو وہ ہر چیز بھول گئی۔

"کیا۔۔۔۔ کیا یہ یوسف المصری ہے" اسے بے اختیار سوچ آئی، ایسا مردانہ حسن وہ بھی اندلس میں "یقیناوہ یوسف المصری ہی ہو گا" اس پہ کیا ظلم اس بات کا ثبوت تھا، یقینا یہ وہی ہے۔

"آہہہ" وہ بند آنکھوں سے کراہا اور اسی کراہ نے زلیخا کو مصر سے کھینچ کر اندلس میں پٹخا۔

"اوہ الٰہی اتنے تیر، ہیے سنو آنکھیں کھولو" اس نے زخمی کے چہرے سے اس کے لمبے بال ہٹاتے اس کا چہرہ تھپتھپایا "کیا تم مجھے سن سکتے ہو" اس ایک اور کوشش کی مگر بے سود، وہ بے ہوش تھا۔ زلیخا نے کمر بند سے رومال نکالا اور تیزی سے ندی کے نزدیک ہوئی، رومال بھگو کر وہ واپس زخمی کے پاس آئی اور اس کے لب وا کرتے رومال نچوڑا، پانی کی بوندیں اس کے حلق تک گئیں، گیلے رومال سے اس کا چہرہ صاف کرتے وہ ایک لمحے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کو ٹھٹک گئی زخمی کے چہرے کے نقوش مقامی نہیں تھے نہ اس کے بالوں کا سنہری پن مقامی تھا۔

"حکومتی سپاہی لگ رہا ہے "سیاہ زرہ پہ حکومتی نشان واضح تھا، زلیخا اس کے دل کے مقام پہ جھکی "یہ زندہ ہے "اس کی چلتی دھڑکن سن کر ایک لمحے کو اسے سکون ملا "مگر تمہارے مالک کی ڈھڑکن سست ہے، اسے شہر میں کسی طبیب کے پاس چھوڑ دیتے ہیں آگے وہ خود دیکھ لیں گے" گھوڑے سے مخاطب ہوتے اس نے اپنا سیاہ چغہ اتار کر زخمی کے گرد اچھے سے لپیٹا، یہ اسے سردی سے بچانے کی ایک ادنیٰ سی کوشش تھی۔ بمشکل اسے گھسیٹا اور کندھے سے سہارا دے کر گھوڑے کی زین پہ پیٹھ کے بل سوار کیا اور ندی پار کرنے لگی۔

"تم پریشان مت ہو تمہارے مالک کو کچھ نہیں ہو گا" نیم تاریکی میں قدم بڑھاتے اس نے گھوڑے کے بھورے گھنگرالے بالوں پہ ہاتھ پھیرا اور ایک نظر مڑ کر گھوڑے کے

مالک کو دیکھا اس کے ہلکے بھورے لمبے بال ماتھے پہ لٹک رہے تھے "کاش میں اس کی آنکھیں دیکھ سکتی "اس کے دل میں بے اختیار خواہش جاگی۔

☆☆☆☆☆☆

شب یلدا

افق اس وقت نارنجی رنگ میں ڈھل رہا تھا، آفتاب کی عظمت اور تپش اختتام پذیر ہونے کو تھی، سفید چاندی سے اٹے پہاڑوں کے وسط میں واقع محلِ قرطبہ شہری آبادی سے ایک طرف دریا پار تھا۔ محل کو جانے والا پل انتہائی وسیع اور لمبا تھا جس کے دوسرے اختتام پر محل کا داخلی دروازہ تھا۔ پُل پر اس وقت تیزی سے بگھیاں گزر رہی تھیں جن میں آج شام کی تقریب کے لیے مخصوص سامان تھا، قرطبہ کے شاہی محل کو قندیلوں سے آراستہ کیا جا چکا تھا مگر آج معمول کے برعکس سرمئی پتھروں کا بنا وہ محل زیادہ پر نور اور تابناک لگ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

محل کے اندر ہر طرف سپاہیوں اور کنیزوں کی دوڑیں لگی ہوئیں تھی عصر کا وقت ڈھل رہا تھا اور ہر نفس کو جلدی تھی، رات کے شروع ہونے سے پہلے ہی سب تیاریاں تکمیل کو پہنچانی تھیں۔

"شب یلدا" سال کی سب سے سرد اور طول رات یعنی آج کی رات اور یہ رات محل قرطبہ میں شاہی دعوت، دعا، اور نیک تمناؤں سے منائی جاتی تھی، گزشتہ کئی صدیوں کی طرح آج بھی محل میں شب یلدا کی تیاریاں دھوم دھام سے ہو رہیں تھیں۔ شاہی دربار کا سرخ اور فیروزی نقش و نگار سے آراستہ سنہری گراں و عظیم در اس وقت بند تھا۔ شاہی دربار کا سکوت اور سناٹا کسی ذی روح کی عدم موجودگی بیان کر رہا۔ چھت پہ لٹکتے تین کبیر اور گول فوانیس نے پورے دربار کو منور کیا ہوا تھا، اندرونِ دربار ہر طرف دیواروں کے اندر چکور خانے بنے تھے جن میں سنہری روشنی والی مشعلیں رکھیں تھی۔ دروازے کے عین سامنے شاہی تخت خالی تھا، لکڑی کے بنے تخت پہ سونے اور الماس کے نقش سلطنت کے عروج کا پتہ دے

رہے تھے۔ دربار کی کھڑکیوں کے سارے سرخ پردے گرے ہوئے تھے سوائے ایک کے۔

"سلطان معظم شب یلدا کی تقریب کا آغاز ہونے میں بہت تھوڑا وقت پڑا ہے، دربارِ ایوان میں مہمان اور عوام کی آمد شروع ہو چکی ہے" التمش آغا نے سر جھکائے کہا اور پھر چہرہ اٹھایا اس کے چہرے پہ سنہری آنکھیں جچ رہی تھیں، یہ محل قرطبہ میں پہلی سنہری آنکھیں تھیں، التمش آغا پچھلے پانچ سالوں سے سلطان کے مشیر خاص کے عہدے پہ فائز تھا۔

"ہوں" سلطان ہنگار بھرتے کھڑکی سے ہٹ گئے "ابھی تو وقت نہیں ہے التمش مگر اگلی صبح چڑھتے ہی تم دربار میں حاضر ہونا، خدا نہ کرے اگر یہ مسئلہ اسی طرح بڑھتا رہا تو شاہی خزانہ نقصان میں جائے گا۔ ہمیں جلد از جلد اس مسئلے کا حل ڈھونڈنا ہو گا" تخت پہ بیٹھتے انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں التمش آغا کو ہدایت دی، گہرے نیلے رنگ کی شاہی قباء جس پہ جا بجا موتی جواہرات لگے تھے، گلے میں سفید موتیوں کی مالا اور انگلیوں میں چمکتے

یاقوت،شاہی تاج سے جھلکتے سر کے بال سارے سفید تھے۔وہ اسی کا ہندسہ عبور کر چکے تھے۔

"آپ فکر مند نہ ہوں سلطان میں صبح کا آغاز ہوتے ہی تمام وزراء کو پیغام بھیجوادوں گا وہ محل تشریف لے آئیں گے"سیاہ رنگ کے قیمتی لباس میں ملبوس پنتالیس سالہ التمش نے گویا تشفی دی۔

سلطان نے اثبات میں سر ہلایا گو کہ وہ مطمئن نہیں تھے مگر خیر۔

"شب یلدا کے انتظامات مکمل ہیں التمش؟"انگوٹھے میں موجود شاہی انگوٹھی کو گھماتے وہ پر سوچ انداز میں پوچھ رہے تھے۔

التمش ہاتھ باندھے کھڑا تھا"جی سطان معظم سب مکمل ہے"

سلطان نے گہرا سانس ہوا کے سپرد کیا"غضنفر آغا کو گزرے ہفتہ ہونے کو ہے التمش ،سلطنت سپہ سالار کے بغیر نہیں رہ سکتی نئے سپہ سالار کی تعیناتی والے معاملے کا کیا بنا؟"انہوں نے استفسار کیا۔

Clubb of Quality Content

"جی سلطان معظم تمام انتظامات میری زیر نگرانی میں ہی تکمیل کو پہنچے ہیں اور جہاں تک بات ہے نئے سپہ سالار کی تو مجھے آج کی رات مناسب لگ رہی ہے اُمراء اور عوام دونوں ہی موجود ہونگے آپ سب کے روبرو نئے سپہ سالار کی تعیناتی کا اعلان کر دیجئے گا" ہر بار کی طرح التمش آغا نے مفید مشورہ دیا۔

سلطان کے چہرے پہ اطمنان پھیلا، کم از کم ہی انہیں التمش نے کبھی غلط سمت نہیں دیکھائی تھی "تم ٹھیک کہہ رہے ہو یہ مناسب ہو گا تم جاؤ اور انتظامات دیکھو میں بھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں" کہتے ہی سلطان نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

التمش آغا نے سر جھکایا "سلطان معظم" تعظیم کے بعد وہ سیدھا ہوا اور قدم پیچھے کو لیے۔

"ٹھہرو التمش" سلطان نے پکارا، وہ جاتے جاتے رکا اور پلٹا۔

"جی سلطان" جھکی گردن کے ساتھ التمش نے کنکھیوں سے ان کے تاثرات جانچنے چاہے۔

"اس مرد کیا نام ہے جسے سپہ سالار طائنات کرنا ہے" ان کا انداز سادہ تھا۔

التمش کی گردن تنفر سے اٹھ گئی "ہُرمُز توران "نام بتاتے ہوئے لہجے میں نا محسوس سی تپش تھی۔

"ہُرمُز توران "سلطان نے زیرلب دھریا" کہاں سے تعلق ہے اس کا؟،مقامی نام نہیں ہے یہ "انہوں نے استہفامیہ پوچھا۔

"جی سلطان معظم، آٹھ سال پہلے فارس کے لٹے قافلے کے ساتھ لایا گیا تھااور صلاحیات و جرت کی بنا پر اسے سپاہی بنایا گیا تھا،اب سپہ سالار کے امیدواروں میں سب سے زیادہ اسی کی طرف داری کی گئی ہے، ریاست کے بیشتر سپاہی اسی کے حق میں ہیں "التمش نے رسان سے ساری تفصیل دی البتہ انداز میں معمولی سی ناگواری تھی۔

"ٹھیک "سلطان نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور التمش کو ہاتھ سے جانے کا اشارہ دیا، چونکہ فیصلہ سارے سپاہیوں کی مرضی سے کیا گیا تھا تو انہیں کوئی اعتراض نہ ہوا، التمش تعظیم میں جھکتا پلٹا اور قدم بڑھائے، دربار کے دروازے کو اس نے ہلکا سا کھٹکھٹایا تو باہر موجود دربانوں نے دروازہ کھول دیا۔

"سلطان معظم ابھی تھوڑی دیر تنہائی چاہتے ہیں کوئی بھی آئے تو کہہ دینا التمش آغا کا حکم ہے" سنجیدہ چہرہ لیے اس نے سپاہیوں کو حکم دیا اور انہوں نے جھٹ سے سر ہلایا، محل قرطبہ میں سب ہی جانتے تھے کہ التمش آغا نے کا حکم یعنی سلطان معظم کا حکم۔

اپنی بات کہتا وہ پلٹا سامنے سرمئی سنگ مرمر کی طویل راہداری خاموش اور سنسان پڑی تھی، یہ محل کا شاہی حصہ تھا سلطان کے زیر استعمال حصہ اسی بنا پر یہاں عام سپاہی اور کنیزیں نہیں ہوتی تھیں۔ وہ سیدھ میں چلتا جا رہا تھا کہ جب نظر سامنے پڑی، قدم ٹھٹک کر رک گئے، ہلکے گلابی لباس میں ملبوس اور ہم رنگ کپڑے سے چہرہ چھپائے وہ کوئی نئی کنیز چند اور کنیزوں کی ہمراہ ہاتھ میں بڑا سا طشت اٹھائے اسی جانب آ رہی تھی، التمش آغا اسے پہلے بھی دو تین بار محل میں چلتا پھرتا دیکھ چکا تھا، وہ اسی کے پاس سے گزری مگر گزرتے ہوئے آنکھیں اٹھا کر التمش آغا کو ضرور دیکھا تھا وہ بھی انہیں آنکھوں کو دیکھ رہا تھا، اس کنیز کی آنکھیں بہت حسین تھیں کسی حجان کی طرح، زہین اور تیز سنہری آنکھیں اور یہ محل قرطبہ میں دوسری سنہری آنکھیں تھی، التمش آغا کو وہ اپنی آنکھیں لگیں دونوں کی

آنکھوں کا رنگ سنہری تھا،دونوں کی آنکھوں میں شناسائی ابھری اور وہ گزر گئی،ایک لمحے کا عمل تھا اور ایک محسور سی مسکراہٹ نے التمش آغا کے ہونٹوں کا احاطہ کیا۔دراز قد اور چوڑے کاندھوں والی کنیز گزر گئی اس نے مڑ کر نہیں دیکھا مگر التمش آغا رخ موڑے اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ راہداری کے دوسرے سرے میں غائب ہو گئی۔ایک لمحے کو اس کے ذہن کے پردے میں وہ آنکھیں گزریں،وہ قریبی تھیں بہت قریبی۔

"سلطان قیصر ہشام ابن اسلام "کے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی،پینتیس سال پہلے وہ اپنے تین بیٹوں کے ہمراہ خلیج اور بازنطینی جنگ میں شریک ہوئے تھے جو ان کی زندگی آخری جنگ ثابت ہوئی،سلطان قیصر اور ان کے تینوں جوان بیٹے اس جنگ میں شہادت کے رتبے پہ فائز ہوئے اور وہیں خلیج کی سرزمین میں دفن ہوئے۔اندلس قرطبہ جب ان کی موت کی خبر پہنچی تو امورِ سلطنت نے فوری طور پہ ان کے آخری جانشین "قاسم بن قیصر ابن اسلام "کو تخت سونپا اور سلطنت کے وارث کے لیے شادی کی ہدایت کی۔سلطان قاسم بن قیصر ابن اسلام نے پہلی شادی اپنی پھپھی زاد سے کی مگر شادی کے تین سالوں تک بے اولاد

رہے،دوسری شادی انہوں نے اپنے محل کی ایک خادمہ سے کی اور وہاں سے بھی بے اولاد رہے اسی طرح تیسری شادی سے بھی ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی اور چوتھی شادی انہوں نے ترک سلطنت سے سرزمین کے معاہدے میں آئی شہزادی سے کی جن سے ان کی ایک ہی بیٹی ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆

ہلکے آسمانی رنگ کے پیروں کو چھوتے گول گھیرے دار لباس میں ملبوس،چہرے کے گرد ہم رنگ ریشمی کپڑا پھیلا سر پہ نازک سا تاج پہنے وہ ایک دروازے کے سامنے رکیں اور اپنے پیچھے موجود کنیزوں کو مخاطب کیا۔

"ہم شہزادے کے ہمراہ آئیں گے آپ دونوں جائیں اور شہزادی ماہ کو دیکھیں" وہ شاید اپنی بیٹی کی بات کر رہیں تھیں، کنیزیں اثبات میں سر ہلاتیں پلٹ گئیں، تو انہوں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئیں۔ خواب گاہ نیم تاریک تھی، کھڑکیوں کے پردے گرے ہوئے تھے،چاروں اطراف بے ترتیبی پھیلی ہوئی،سامنے بڑے سے پلنگ پہ وہ سیاہ و سنہری

لباس ناقدری سے پڑا ہوا تھا،ان کی سیاہ روشن آنکھوں میں ناگوری ابھری وہ سرعت سے پلٹیں۔

"وہ کیا وقت تھا جب ہم نے لباس بھیجوایا تھا اور اب کیا وقت ہو چکا ہے شہزادے، آپ اب تک ایسے ہی بیٹھے ہیں نیچے تقریب شروع ہو چکی ہے "وہ بغیر کسی لحاظ کے برسیں۔ گہرے بھورے رنگ کے کرتے میں ملبوس وہ تقریباََ چوبیس پچیس سالہ خوش شکل نوجوان تھا، جس نے بے زار سے ان کی بات سنی اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اور یہ جو لباس آپ نے بجھوایا ہے اس کو پہننے کے بعد ہم میں اور نیچے تقریب میں آئے مسخروں میں کیا فرق رہ جائے گا والدہ "اس کی بھنویں تنی ہوئی تھیں "یہ پہن کر ہم نیچے تقریب میں جائیں گے والدہ ؟"اس نے لباس ہاتھوں میں اٹھایا اور ماں کے سامنے کیا۔

شہزادی نور افروز نے گہرا سانس بھرا اور بیٹے کے ایک ہاتھ سے لباس تھام کر دوسرا ہاتھ پکڑ کے پلنگ پہ بیٹھایا "دیکھیں تیموریہ شاہی لباس ہے، یہ خاص آپ کے لیے تیار ہوا

ہے "انہوں نے اس کے سامنے چمچماتا لباس پھیلایا" آپ اسے زیب تن کریں اور نیچے تقریب میں آئیں، یقین جانے کوئی شخص آپ کا مقابلہ نہیں کر سکے گا، جائیں شاباش"

"مگر والدہ" تیمور نے متذبذب سے ماں کو دیکھا۔

"مگر کیا" نورافروز نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"اس میں میرے۔۔۔۔ کسرتی بازو نہیں دیکھیں گے والدہ" ہچکچا کر کہتے اس نے نظریں جھکا دیں، شاید وہ شرما رہا تھا۔

نورافروز نے بمشکل ہنسی ضبط کی "اور کس کو دیکھانے ہیں آپ نے کسرتی بازو"

تیمور گڑبڑا گیا "وہ میں نے رستم کو بات کرتے سنا تھا کہ ریاستی سپاہی بھی ائیں گے تو"

نورافروز کا سر نفی میں ہلا، ایک تو یہ رستم بھی نہ ہر معاملے میں بولتے ہیں "تیمور وہ سپاہی ہیں ان کا الگ لباس ہوتا ہے آپ شہزادے ہیں آپ کا شاہی لباس ہو گا اور شہزادی بھی سیاہ اور سنہری پہن رہی ہیں آپ جائیں اور جلد تیار ہوں، آپ کا اور سپاہیوں کا کیا مقابلہ" ان کی بات پہ چاروناچار تیمور اٹھ گیا۔

"اوہ الٰھی شکر آپ کا" بے اختیار کہتی وہ باہر نکلی تو سامنے ماہ جبین سنہری لباس میں ملبوس کنیزوں کے ہمراہ چلتی آرہی تھی، نورافروز کے سامنے وہ رک گئی اور سر جھکایا۔

"والدہ" سیدھی اور مسکرائی" کیسے لگ رہے ہیں ہم "سیاہ آنکھوں والی ماہ جبین کافی پر کشش تھی۔

"ماشااللہ بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ" نورافروز نے اس کے تھوڑی تھامی۔

"کیا بھائی تیار ہو گئے"

انہوں نے ترچھی نظروں سے دروازے کو دیکھااور مسکرائیں "خدا کا شکر کہ وہ تیار ہو رہے ہیں یہی بہت ہے اور آپ بتائیں شہزادی کہاں ہیں"

ماہ کی مسکراہٹ سمٹی "ہم تو صبح سے نہیں ملے ان سے ہمیں نہیں معلوم کہ وہ تیار بھی ہوئیں ہیں یا نہیں"

"اللہ ماہ کتنی لاپرواہ ہیں آپ" نوافروز متفکر سی بولی "جائیں اور انہیں لے کر آئیں اس سے پہلے کہ بھائی پوچھیں"

Clubb of Quality Content!

ماہ جبین نے عجلت میں قدم واپس موڑے، نور افروز نے چہرہ درست کے تاثرات درست کیے اور قدم شاہی دربار کی جانب بڑھائے۔

☆☆☆☆☆☆

ماہ کے قدم سنہری بڑے سے دروازے کے سامنے رکے، پھولا ہوا سانس درست کرتے اس نے دستک دی۔

خواب گاہ کی نیم تاریکی میں وہ پلنگ کی دوسری جانب زمین پہ نقشے پھیلائے بیٹھی تھی، نقشے پہ مختلف رنگوں سے نشان لگے تھے، مشعل اٹھائے وہ نقشے پہ جھکی اور سیاہ آنکھیں سکیڑ کر باریکی سی دیکھا "بارہ یہودی" دروازے پہ دستک ہوئی وہ چونک کر سیدھی ہوئی پھر پھرتی سے مشعل کو پھونک مار کر بجھاتے سارا ساز و سامان پلنگ کے نیچے دھیل دیا اور چھلانگ لگا کر پلنگ پہ چڑھی۔

جواب نہ ملنے پہ ماہ نے دروازہ دھکیلا اور اندر داخل ہوئی، خواب گاہ میں وہی نیم تاریکی تھی، اس نے نظر پورے اطراف میں گھمائی، سرد کمرے کے سارے پردے گرے ہوئے تھے، ماہ آگے بڑھی اور کمرے کے وسط میں رکھے پلنگ کے پاس آئی۔

"شہزادی" ماہ نے لحاف ہٹاتے اس کا شانہ ہلایا۔

"شہزادی" اس نے ذرا اُنچا پکارہ مگر جواب ندارد، وہ ایسے ہی ساکت پڑی تھی۔

"زلیخا ہمیں پتہ ہے آپ جاگ رہی ہیں" لحاف اس کے اوپر سے ہٹا کر ایک طرف رکھتے وہ بولی، اس سے پہلے کہ زلیخا کچھ کہتی ایک بار پھر سے دروازہ بجا، دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا (والدہ آگئیں) وہ بجلی کی تیزی سے پلنگ سے اتری اور پردے اوٹ میں ہوئی، ماں کے علاوہ وہ کسی سے نہیں ڈرتی تھی۔

"آجائیں" ماہ نے وہیں سے اجازت دی، دروازہ کھلا اور رستم کا کا چند کنیزوں کے ہمراہ اندر داخل ہوئے، سرخ رنگ کا گھٹنوں تک آتا گول فراک اور سر پہ چھوٹی سی ٹوپی پہنے وہ درمیانی عمر کے خواجہ سرا تھا۔

"شہزادی "ماہ جبین کو دیکھتے وہ تعظیم میں جھکا" ہمیں ملکہ نے بھیجا تھا شہزادی زلیخا کے لیے، کہاں ہیں وہ "انداز میں نزاکت تھی۔

" کیوں بھیجا ہے ملکہ نے آپ کو" پردے کی اوٹ سے نکلتے اس نے کڑے تیوروں لیے پوچھا۔

رستم رخ موڑے اس کی جانب جھکا "شب یِلدا کی تقریب کا آغاز ہو چکا ہے شہزادی اور ملکہ کا حکم ہے کہ آپ اگلے چند لمحات میں وہاں موجود ہوں "رسان سے کہتے اس نے پیچھے موجود کنیزوں کو اشارہ کیا،وہ ہاتھوں میں تھامے بڑے بڑے طشت لاتی سنگھار میز کے سامنے رکھتی گئیں۔

وہ بگڑے تاثرات کے ساتھ سنکھار میز کے سامنے مسہری پہ بیٹھ گئی "ماہ آپ جائیں ہم آجائیں گے "اس نے کہا تو وہ شانے اچھکائے کمرے سے نکل گئی۔

"سال کی سب سے طول رات ہوتی ہے اور وہ یہ سب جاگ کر گزارتے ہیں، ہنہہ پتہ نہیں کب عقل آئے گی ان سب کو " آئینے میں خود کو دیکھتے وہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی، طشت

سے سنگھار کا سامان اٹھاتی گلابی لباس والی کنیز کے ہاتھ ٹھٹک کر رک گئے اس نے نظر اٹھا کر سامنے بیٹھی سیاہ اور روشن آنکھوں والی شہزادی کو دیکھا (وہ جتنی حسین تھی اتنی ہی نازک مزاج تھی) اس پہ وہی تاثر پڑا جو تمام محل والوں کے سامنے تھا، بددلی سے سامان رکھتے وہ ایک طرف ہوئی، اپنے مخصوص مقصد کے لیے اسے تنہائی کا انتظار تھا۔

کنیز نے ایک بڑے سے طشت کے اوپر سے کپڑا ہٹایا اور تہہ کیا ہوا سیاہ لباس اٹھا کر سیدھا کیا، لمبے اور بھولے ہوئے لباس پہ جا بجا زمرد لگے تھے، دوسری کنیز لباس کے سامنے فرش پہ بیٹھی اور لباس کا گھیرا اٹھا کر ہاتھ میں موجود چھوٹی سی طشتری لباس کے اندر کی، طشتری میں موجود چاندی کے عوددان سے اٹھتا صندل اور بخور کا خوشبودار دھواں لباس کو معطر کرتا گیا۔ (عوددان ایک پیالہ نما کسی بھی دھات کا برتن ہوتا ہے جس میں خوشبوؤں والی لکڑیوں کو دھکا کر جعلی سے ڈھک دیا جاتا ہے، اسے عموماً کمروں میں خوشبو کے لیے استعمال کیا جاتا ہے مگر تب اندلس میں خواتین کا خوشبو لگانا یا عطر کا استعمال کرنا

معیوب سمجھا جاتا تھا جس بنا پہ ان کے لباس کو بخور یا صندل کے دھوئیں کی خوشبو دی جاتی تھی)

وہ بہت غیر آرام دہ تھی اپنے چہرے پہ لگتے پہ یہاں وہاں لگتے رستم کا کاسے ہاتھوں سے، اس سے پہلے کہ وہ اس کے ہونٹوں کو چھوتے اس نے روک دیا۔

"میں خود کروں گی" کہتے اس نے رستم کے ہاتھ سے وہ چھوٹی سے ڈبیا تھامی، اندر سرخ مائع میں ڈوبا پتہ رکھا تھا، پتہ اٹھاتے شہزادی نے اسے دونوں ہونٹوں کے درمیان میں رکھا اور انہیں اندر کی طرف دبایا، چند لمحے بعد جب پتہ ہٹایا تو دونوں ہونٹ برابر کی گولائی میں سرخ ہو چکے تھے۔

"اوہ الُھی! آپ تو بہت حسین لگ رہی ہیں" آخر میں جب وہ لباس بدل آئی تو نزاکت سے منہ پہ ہاتھ رکھتے رستم نے اس کے گرد گھوما۔

سیاہ لباس زیب تن کیے اس نے شیشے میں اپنا عکس دیکھا، فرش کو چھوتے سیاہ لباس میں اس کی پسپید رنگت چمک رہی تھی، نازک تاج کے اوپر سیاہ مخملی کپڑا چہرے کے دائیں اور

بائیں اطراف ڈھیلے سے حجاب کی صورت لپیٹا ہوا تھا، مشعلوں کی تیز جھملاتی روشنی اس کی سیاہ پتلیوں کو روشن کر رہیں تھی، وہ خوبصورت کم پُر کشش زیادہ تھی مگر اس کی سیاہ موٹی موٹی آنکھیں بہت خوبصورت تھیں اور اس پہ رستم کا کئے بناؤ سنگھار نے اسے واقعی حسین بنا دیا تھا مگر رستم کا کا کی ساری محنت پہ پانی تب پھیل گیا جب زلیخا بنتِ قاسم نے خود کو دیکھتے حسین چہرے کے زاویے بگاڑے، وہ بل کھا کر رستم کی طرف پلٹی۔

"رستم کا کا میری شادی کی تقریب نہیں ہو رہی" وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

رستم نے ہاتھ باندھے عاجزی سے سر کو خم دیا "ملکہ نے کہا ہے اگر آپ ایسا کہیں تو آپ کو بتا دوں یہ سب اس لیے ہے تا کہ ان کو جلد آپ کی شادی کی تقریب دیکھنا نصیب ہو" اور اس بات پہ شہزادی کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"خواب دیکھیں یہ زلیخا کو قرطبہ سے نکالنے کے، میں اندلس میں حکومت کے لیے پیدا ہوئی ہوں" اس نے صرف سوچا۔

"چلیں شہزادی" رستم نے ہاتھ سے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔

"ہوں" اور کوئی چارہ نہ تھا سر جھٹکتے وہ کمرے سے نکل آئی، کنیزیں دونوں دائیں بائیں دو قدم آگے چل رہی تھیں اور وہ پیچھے رستم کے ساتھ تھی سنک مرمر کا طویل برامدہ ختم ہوا سامنے چکر دار سیڑھیاں تھی، اس نے لباس پہلوں سے اٹھایا کہ دوسری جانب سے ایک کنیز نے بھی مدد کی، چند سیڑھیاں اترتی وہ ٹھٹک کر رک گئی اور مڑی گلابی لباس والی کنیز وہیں برامدے میں آنکھیں جھکائے کھڑی تھی۔

"کیا تم نہیں آؤ گی" اس نے نرمی سے اسے مخاطب کیا۔

کنیز نے چونک کر اسے دیکھا اس کی آنکھوں میں واضح استعجاب ابھرا تھا، گویا یقین نہ آیا ہو کہ شہزادی اس سے مخاطب ہوئی ہے "ہم معافی چاہتے ہیں شہزادی، ہماری طبیعت کچھ ناساز ہے" اس نے شائستگی سے انکار کیا۔

وہ "اوہ" کرتی شانے اچکائے نزاکت سے سیڑھیاں اترتی گئی، کنیز کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا اور پھر وہاں سے ہٹ گئی اسے کہیں جانا تھا، اسی طویل برامدے سے

گزرتے گلابی کپڑے کی اوٹ میں چھپے اس کے ہونٹ مسلسل مسکرا رہے تھے، آنکھوں میں خوشگوار سا تبسم تھا جس سے وہ انجان تھی۔

☆☆☆☆☆☆

کافی چوڑی اور لمبی بالکنی جو زمین کی سطح سے چند فٹ ہی اونچی تھی جس کے چاروں اطراف مسلح پہرے دار کھڑے تھے بالکونی کے درمیان میں بڑی سی لکڑی کی نشست رکھی تھی جس پہ سلطان قاسم بن قیصر ابن اسلام براجمان تھے، دائیں اور بائیں جانب قطار میں اپنی اپنی نشستوں پہ ان کے اہل خانہ موجود تھے مگر ان کے دائیں جانب صرف تیسری نشست خالی تھی، خالی نشست کو ناگوری سے دیکھتے انہوں نے نظریں سیدھی کر لیں۔ سامنے کھلا میدان قرطبہ کی عوام سے بھرا ہوا تھا اور درمیان میں سپاہی اپنے اپنے گھوڑوں کے ہمراہ

شاندار رقص پیش کر رہے تھے، مسکراتے چہرے، خوشی سے لبریز قہقہے،ڈھول کی تھاپ، دوڑتے گھوڑے، سرد اور طویل رات، شبِ یلدا کی ہر بات شاندار تھی۔

"پھپھی جان "مسکراتی ہوئی زلیخا اچانک نمودار ہوئی تھی اور ان کے ہاتھ کے لیے اپنا ہاتھ سامنے کیا،وہ جانتی تھی کہ پھپھی کبھی اپنے ہاتھ کا بوسہ نہیں لینے دیتی مگر پھر بھی،اسے دیکھتے ہی تیمور کے چہرے کی گمشدہ چمک لوٹ آئی،وہ یک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

نورافروز اسے دیکھتے ہی مسکرائی "ماشااللہ خدا نظرِ بد سے بچائے ہماری گڑیا کو "انہوں نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کرتے اسے گلے لگایا۔ پھپو کے پاس بیٹھے تیمور کو دیکھے بغیر ہی وہ آگے بڑھی اور سب کی دست بوسی کرتے باپ کے سامنے آئی،سلطان نے سنجیدہ سا چہرہ لیے ہاتھ اس کے سامنے کیا۔

زلیخا چند لمحے ان کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھتی رہی پھر یک دم ان کا ہاتھ ہٹا کر ان کے سینے سے لگی "شبِ یلدا ہے بابا جان بیٹی سے نیک تمنائیں تو لے لیں اگلے جہان میں کام آئیں گی "جیسا سناٹا بالکونی میں تھا ویسا ہی سناٹا سلطان کے اندر باہر بھی چھا گیا،ان کے حواس اس

ایک ناقابل یقین وار سے سلب ہو گئے جوان کی بیٹی بھری محفل میں ان پہ کیا تھا،وہ اس لمحے کسی بھی قسم کا ردِ عمل دینے سے قاصر تھے،اس نے باپ کے کان میں سر گوشی کی،سب انہیں ہی دیکھ رہے تھے ایسی جرت صرف وہی کر سکتی تھی،اس سے پہلے سلطان اسے پیچھے ہٹاتے وہ خود ہی ہٹ گئی۔

جب ماں کے سامنے آئی تو مسکراہٹ سمٹ گئی چہرے پہ دبا دبا سا غصہ در آیا،ملکہ ایلف جو سلطان کی آخری بیوی تھی مگر ان کی اولاد کی ماں ہونے کے ناطے ان کی دائیں جانب پہلو میں بیٹھی تھیں اسے آتے دیکھ اٹھ کھڑی ہوئیں "میری جاسوسی کروانا بند کر دیں والدہ، میں اپنی خواب گاہ میں کیا کرتی ہوں کب کرتی ہو، کہاں جاتی ہوں کب جاتی ہوں "ملکہ ایلف کے برابر ہوتے وہ ان کے کان کے پاس جھکی "اگر آئیندہ آپ نے کسی کنیز کو میری خواب گاہ میں بھیجا تو وہ اپنی ٹانگوں پہ سلامت واپس نہیں جاسکے گی جاسکے گی اور میں آپ کی دست بوسی ضرور کرتی اگر آپ مجھے یہاں سے نکالنے نے منصوبے نہ بنا رہی ہوتیں" نخوت سے کہتی وہ آگے اپنی نشست کی جانب بڑھ گئی۔

ملکہ نے تاسف سے اس کے سرخ چہرے کو دیکھا "تم اپنے لیے صرف خواری چن رہی ہو زلیخا اور کچھ نہیں، میں صرف تمہیں اس سب سے نکالنا چاہتی ہوں" سوچتے وہ خاموش لبوں کے ساتھ واپس بیٹھ گئیں۔

اپنی نشست پہ بیٹھتے اس نے گہرا سانس بھرا سیاہ آنکھوں میں نمی اتری، اندر چھن سے کچھ ٹوٹا، ضبط سے سیاہ لباس کو مٹھیوں میں بھینچ لیا، باپ نے اس کے گرد بازوؤں کا گھیرا نہیں بنایا تھا، اس کی ماں ہر گزرتے دن کے ساتھ اسے یہاں سے نکالنے کے منصوبے بنا رہی تھی، بہن بھائیوں جیسی نعمت سے وہ محروم تھی، کیا کوئی ایک شخص بھی تھا اس کی زندگی میں ایسا جو اسے حوصلہ دیتا جو اس کی ہمت بنائے رکھتا، بد دلی سے میدان کو دیکھتے اس آنکھوں میں سامنے کا منظر ٹھہر گیا، بھینچی ہوئی مٹھیاں ڈھیلی پڑ گئی، وہ ساکت سی سانس روکے، بغیر پلک جھپکے، ٹکٹکی باندھے اس بدلتے منظر کو دیکھے گئی۔

چار گھوڑے ایک قطار میں اپنے اپنے ہدف کے پاس تیار کھڑے تھے، دور کھڑے سپاہی نے ہوا میں تیر چلایا، گھوڑوں پہ سوار مردوں نے ایک ہاتھ سے لگامیں کس

لیں دوسرے ہاتھوں میں وہ نیزے تھامے ہوئے تھے، تیر اڑتا ہوا آیا اور گھوڑوں کے سامنے زمین میں پیوست ہوا، مردوں نے ٹانگوں کو جھول دیا، لگامیں قوت سے گھمائی اور گھوڑں کی دوڑ شروع ہو گئی، عوام کے ہجوم میں سکتہ طاری ہوا سب کی نظریں اس منظر پہ جمی تھیں، گھوڑے تیز رفتاری سے اپنے پیچھے دھول مٹی اڑاتے جارہے تھے، اب وہاں صرف ٹاپوں کی آواز تھی، نشانے والا ہدف پیچھے رہ گیا وہ مخالف سمت دوڑ رہے تھے جیسے ہی گھوڑوں نے سفید حد بندی کی لکیر کو عبور کیا تین مرد گھوڑوں پہ بیٹھے ہوئے ہی مڑے اور نیزے والا ہاتھ ہوا میں بلند کرتے نشانہ باندھا وہیں بھورے گھوڑے والے مرد نے لگام چھوڑ دی، وہ پیچھے نہیں مڑا اس نے اسی جگہ کھڑے نیزے کو ایک ہاتھ سے ہوا میں اچھالا اور ٹانگوں کو خم دیتے سر کے بل پیچھے کو جھک کر نیزہ تھامتے پورے طاقت سے پھینکا، ایک لمحے کا عمل تھا اور نیزہ گول گول ہوا کو چیرتا چمڑے کے تختے کے وسط میں بنے سرخ نشان میں پیوست ہوا، مجمعے کا سکتہ ٹوٹا، فضا میں یک دم شور بلند ہوا گھوڑوں کی رفتار کم ہو چکی تھی اب وہ آہستہ آہستہ میدان میں گول گول گھوم رہے تھے، سب ہی نیزے نشانے پہ لگے

تھے مگر اس بھورے گھوڑے والے مرد کے انداز نے محفل لوٹ لی تھی،وہ عوام کا پسندیدہ مرد تھا، قرطبہ کے سپاہوں کا دل، تلوار اور گھڑسواری کا ماہر۔

"ہُرمُز توران"سلطان کے نشست کے پیچھے کھڑے التمش آغا نے زیرلب چبا چبا کے یہ نام ادا کیا" تمہیں منظر میں رہنے کا شوق تھا اور بلآخر تم آگئے منظر پہ"تنفر سے کہتے التمش آغا نے نظریں منظر پہ جمائی،اِس نے صرف اُسے نیزہ پھینکتے دیکھا تھا،وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا تھا اور اس کی غیر موجودگی کسی کی نظروں نے محسوس نہ کی تھی۔

بھوری ملکہ پہ گھومتے اس کی مسکراتی سنہری آنکھیں جوش و خروش سے نارے لگاتی عوام پہ جمی تھیں،یہ اندلس میں تیسری اور آخری سنہری آنکھیں تھیں،ہلکے بھورے رنگ کے بالوں کی چند لٹیں آنکھوں تک آرہی تھیں اور باقی لمبے بال گردن کے پیچھے بندھے تھے،چہرے پہ ہلکی ہلکی شیو اور ہونٹوں پہ نرم سی مسکراہٹ لیے وہ ملکہ سے اترا،اسے شاہی ایوان میں دعوت دی گئی تھی،سیڑھیاں چڑھتے اس کی سنہری آنکھیں اٹھی ہوئیں تھیں اور

Clubbing Quality Content

شہزادی کی سیاہ آنکھیں اس منظر سے ہٹنے سے انکاری تھیں،زلیخادم سادھے اس کا زمین پہ پڑتا ایک ایک قدم حفظ کر رہی تھی (یقیناوہ سنہری آنکھوں والا یوسف المصری ہی تھا)

"اس سے حسین نظارہ پورے اُندلُس میں نہیں ہو سکتا" شہزادی کے دل نے بے اختیار اعتراف کیا،دوسری طرف چند ہفتے قبل آئے زخموں کا شبہ تک نہ تھا،وہ مضبوط تھا،وہ بہادر تھا،وہ جرت مند تھا" کیا میں اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر سکتی ہوں "اس نے خود سے سوال کیا۔

"سلطان معظم "وہ چلتا ہوا سلطان کے سامنے آیا اور گردن کو خم دیا۔

سلطان قاسم اٹھ گئے ان کی پیروی میں سب ہی کھڑے ہو گئے اور وہ تو جیسے تیار کھڑی تھی اٹھنے کو۔

"ہم تمہیں کس نام سے پکاریں جوان" دراز قد مرد کو نظروں میں رکھتے انہوں نے استفسار کیا۔

زلیخاکولگاوہ مسکرایاہے، ترچھی مسکراہٹ "میرے باپ نے میرانام ہُرمُز جبکہ ماں نے توران رکھاتھا،اگر کوئی مجھے ہُرمُز کہے تو میری ماں ناراض ہوتی ہے اور اگر کوئی توران کہے تو باپ کو غصہ آتاہے اس لیے میں خود کو "ہُرمُز توران" کہلوانا پسند کرتا ہوں" الفاظ سے صاف ظاہر تھا کہ اسے اپنانام مکمل اداکیاہوا پسند ہے مگر لہجے کی انکساری کے باعث کسی کو محسوس نہ ہوا سوائے التمش آغا کے،وہ سرد اور چبھتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہاتھا۔

زلیخاکی پرسوچ سیاہ آنکھوں کی بھنویں ستائشی انداز میں اٹھی "شاید یہ نام ہی تھا جو اس کی شخصیت کاخاصہ تھا" وہ منفرد تھابلکل اپنے نام کی طرح اور الفاظ سے کھیلنے میں ماہر،وہ اسی کو استعمال کرے گی ئی یہ طے ہو گیاتھا۔

"اسلام قرطبہ کو تم جیسے جوان پہ فخر ہے،ہم تمہیں قرطبہ کاسپہ سالار مقرر کرتے ہیں ہمیں امید ہے تمہاری نگرانی ہماری سلطنت کے لیے خوش آئیند ثابت ہو گی" سلطان قاسم نے اس روبرو ہوتے کہا۔

"میرے لیے یہ باعثِ شرف ہو گا سلطان" لہجے میں وہی انکساری تھی۔

التمش آغا نے سپاہیوں کو اشارہ کیا وہ مستعدی سے آگے بڑھے، ہُرمُز توران کا چہرہ کسی بھی قسم کے تاثر سے پاک تھا اس نے بازو پھیلائے، دو سپاہیوں نے اس کے پہلوؤں کے جانب آتے سیاہ زرہ کی ڈوریاں کھول کر وہ زرہ اتار دی، شاہی خادم ایک بڑا سا سنہری طشت لیے سلطان کے سامنے حاضر ہوا، سلطان قاسم بن قیصر ابن اسلام نے طشت سے بھورے رنگ کی سخت چمڑے کی زرہ اٹھائی اور ہُرمُز توران کے چوڑے سینے کی زینت بنائی، سپاہیوں نے زرہ کی ڈوریاں کس کر باندھی پھر سلطان نے طشت سے تلوار اٹھائی اور اسے ہُرمُز کے سامنے کیا۔

"تم آج سے اس ریاست کے سپہ سالار مقرر ہو گئے ہو، ریاست تمہیں اپنے اختیارات کے لیے خوش آمدید کہتی ہے"

تلوار تھامتے ہُرمُز نے سنہری آنکھوں سے التمش آغا کو دیکھا، اس کی آنکھیں ویسی ہی سرد تھی مگر ان میں ایک پیغام تھا، تنبیہہ تھی۔

نادلز کلب
Clubb of Quality Content

"حلف نامہ لایا جائے"سلطان نے حکم صادر کیا،التمش کی آنکھیں چمکی۔

ہُرمُز نے چونک کر سلطان کو دیکھا"حلف نامہ،ایک سچا عہد، کیا حلف اٹھانے کے بعد وہ اپنے مقصد کو جاری رکھ سکے گا"التمش آغا اس کے سامنے کھڑا حلف نامے کے کلمات پڑھ رہا تھا،غائب دماغی کے عالم اس کے سارے کلمات دہرائے اور وہیں سے زینوں کی جانب بڑھ گیا۔

"تم نے اسے ایک کھیل سمجھ لیا تھا ہُرمُز توران"استہزیہ مسکراہٹ لیے التمش آغا نے زیرلب سرگوشی کی۔

وہ پلٹ آیا تھا،منادی والا پورے مجمعے میں اس کے سپہ سالار تعینات ہونے کا اعلان کر رہا تھا،لوگوں کی خوشی اور جوش سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ عوام میں کافی مقبول ہے۔دوسرا مقابلہ جاری ہو چکا تھا زلیخا نے اسے لوگوں کے بیچ مسکرا کر مبارکباد وصول کرتے دیکھا۔

"بابا جان" آواز ضرورت سے زیادہ اونچی تھی سب نے چونک کر اس کی جانب دیکھا،وہ بے ساختہ جھینپ گئی۔

"جی شہزادی ہم منتظر ہیں" خزینہ نے مشکل آسان کی۔

اس نے کنکھیوں سے نیچے دیکھا،وہ ابھی بھی وہیں کھڑا تھا" ہمیں تیر اندازی سیکھنی ہے باباجان" وہ تیزی سے ایک سانس میں بولی،اس سے پہلے سلطان کچھ کہتے اس نے اضافہ کیا" ہم شاہی آداب اور قلم کا علم سیکھ چکے ہیں اب ہمیں تیر اور تلوار کا علم سیکھنا ہے باباجان،ہم چاہتے ہیں سپہ سالار ہمیں اپنی شاگردی میں لیں،انہیں اعلٰی عبور حاصل ہے اس میں" اس نے براہراست سلطان قاسم کی آنکھوں میں دیکھا۔

"اجازت دے دیں اگر شہزادی کچھ سیکھنا چاہتی ہیں، محفل کا اثر ہے اس لیے متاثر ہو گئی ہیں چند دنوں میں یہ بھوت بھی اتر جائے گا" سلطان کی پہلی بیوی خزینہ نے مداخلت کرتے سلطان سے گزارش کی۔

"التمش آغا" سلطان نے طلب کیا۔

"جی سلطان معظم" وہ مستعدی سا کھڑا تھا۔

"سپہ سالا کو پیغام دیں کہ کل صبح محل تشریف لے آئیں شہزادی کو تیر اندازی کی مشق دینے" حکم جاری کرتے وہ دوبارہ سامنے متوجہ ہو گئے،التمش آغا نے فوراََ سپاہی کو بھیجا،اگر چہ وہ اس فیصلے پہ راضی نہیں تھا مگر ابھی اختلاف کا مناسب وقت نہیں تھا۔

وہ بالکنی سے تھوڑا دور مجمعے کے ایک طرف گھٹنوں کے بل بیٹھے مسکراتی سنہری آنکھوں سے سات سالہ بچے کی بات سن رہا تھا۔

"تمہیں تو سلطان نے نیا گھوڑا بھی دیا ہو گا تو اب تم اپنی ملکہ مجھے دے دو" جس حد تک ہو سکتا تھا مروان نے اتنا معصوم چہرہ بنایا۔

"ملکہ بیوی ہے میری میں وہ تمہیں نہیں دے سکتا" بچے کا چہرہ بجھ گیا۔

"اچھا نیا گھوڑا تم رکھ لینا ٹھیک"اس نے مفاہمت کا راستہ نکالا۔

"تم جھوٹ کہتے ہو عباس بھائی نے مجھے بتایا تھا" چھوٹے مروان نے اسے تند نگاہوں سے گھورا۔

ہُرمز کے چہرے پہ اچنبھا ابھرا "کیا بتایا تھا"

قاسم نے چور سی نگاہ اٹھائی "یہی کہ بیوی صرف لڑکی ہی بن سکتی ہے اور ملکہ لڑکی نہیں ہے"

چہرے پہ بے ساختہ ابھرنے والی مسکراہٹ کو اس نے بمشکل دبایا اور تاثرات میں مصنوعی تناؤ شامل کیا "اور یہ تمہارا عباس بھائی" ہُرمز نے دانت پیسے۔

"سالار ہُرمز" اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا اسے اپنے نام کی پکار نے متوجہ کیا، وہ چونک کر مڑا اور انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"سلطان نے آپ کو کل صبح محل میں طلب کیا، شہزادی کو تیر اندازی کی تربیت دینے کے لیے" اطلاع دیتے وہ پلٹ گئے۔

ہُرمز نے تعجب سے انہیں جاتے دیکھا پیشانی پہ عمودی لکیریں ابھری، وہ پلٹا اور سنہری آنکھیں سکیڑ کر جیسے ہی بالکنی کی جانب مڑا سنہری پتلیوں نے روشن سیاہ آنکھوں کو دیکھا۔

قرطبہ کی شہزادی آنکھیں جھکائے اس مرد کو دیکھ رہی تھی اور فارس کے لٹے قافلے میں آیا مرد آنکھیں اٹھائے شہزادی کو دیکھ رہا تھا، چند لمحے ایسے ہی سرک گئے پھر ہُرمز توران سر

جھٹک کر مڑ گیا۔ زلیخا نے آنکھیں بند کرتے گہرا سانس ہوا کے سپرد کیا اور پھر آنکھیں کھولیں اب وہ وہاں نہیں تھا، وہ جا چکا تھا۔

"کیا اسے یاد ہو گا کہ وہ میرا مقروض ہے" اس نے بے اختیار خود سے سوال کیا۔

☆☆☆☆☆☆

اُندلس قرطبہ میں سال کی طویل اور سرد رات ختم ہو گئی تھی نئے سال کی صبح کا آغاز سیاہ بادلوں سے ہوا تھا، برف سے اٹے پہاڑوں سے ٹکراتی سرد ہواؤں نے قرطبہ کے جاڑے میں اضافہ کر دیا تھا، فجر کی گھڑیاں بیت چکی تھی، فضا میں تازہ روشنائی پھیل رہی تھی مگر اس روشنائی میں سورج کی تپش نہ تھی۔ قرطبہ کی گلیوں، بازاروں میں آہستہ آہستہ لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو چکی تھی، محل کا قد آور لکڑی کا بھاری دروازہ کھول دیا گیا تھا، پر نور روشنائی میں اب محل کا نقشہ واضح تھا، کئی میلوں پہ پھیلا محلِ قرطبہ سیاہ اور سرمئی رنگ کے

پتھروں سے تعمیر کیا گیا تھا جو کئی محراب اور ستونوں پہ مشتمل تین حصوں میں تقسیم تھا، محل کے ہر حصے کے سامنے پھیلے سبزہ زار میں کھجوروں کے اونچے اونچے درخت لگے تھے، محل کے تینوں حصے تکون کی صورت میں تھے جن کی گزر گاہ سبزہ زار کے درمیان میں اس طرح بنی تھی کہ محل کا درمیانہ حصہ داخلی دروازے کی سیدھ میں تھا اور دوسرے دو حصے دائیں اور بائیں جانب تھے، جس چوراہے پہ سارے راستے ملتے تھے وہاں درمیان میں بڑا سا فوارہ بنا تھا جس کا شفاف پانی دھاروں کی صورت بہہ رہا تھا۔

وہ ایک پر تعیش اور وسیع خلوت خانہ تھا جس کی کھڑکیوں کے پٹ کھلے اور پردے ہٹے ہوئے تھے، کمرے کی نفاست اپنے مکین کے انتہائی ذوق کا پتہ دے رہی تھی۔ سرمئی سنگ مرمر کے فرش پہ نفیس ترک قالین بچھے ہوئے تھے، ایک جانب فرشی نشست بنی ہوئی تھی جو کمرے کی باقی سطح سے چند انچ اونچی تھی، فرشی نشست انتہائی قیمتی اور نرم کھالوں کے گدوں اور گاؤ تکیوں سے آراستہ تھی، یہ فرشی نشست ملکہ ایلف نے اپنی ترک طبیعت اور مزاج کے باعث بنوائی تھی۔ یہ کمرہ ملکہ ایلف کا خلوت خانہ اور آرام گاہ تھی، کمرے میں اس

وقت مسلسل چلتے قدموں کی چاپ تھی،وہ بے چینی سے کمرے کے دائیں،بائیں جانب چکر لگا رہی تھیں اور ساتھ ساتھ نظر اٹھا کر دروازے کو دیکھ لیتیں انداز میں نمایاں بے چینی تھی،انہیں شدت سے کسی کی آمد کا انتظار تھا،مزید چند لمحے گزرے اور کمرے کا دروازہ کھلا، کنیز نے اندر داخل ہوتے فورا دروازہ بند کیا اور اضطرابی کیفیت میں کھڑی ملکہ کے سامنے آئی۔

"کیا بنا"ملکہ نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

کنیز نے نفی میں گردن ہلائی"کوئی خط نہیں آیا ملکہ "

ملکہ ایلف نے کراہ کر آنکھوں میچیں اور جا کر فرشی نشست پہ بیٹھ گئیں"بھائی آخر ہمارے خط کا جواب کیوں نہیں دے رہے"

"ہو سکتا ہے ملکہ کہ ان کے پاس خط ہی نہ پہنچا ہو" کنیز نے جھجکتے ہوئے کہا۔

ملکہ نے اپنی خوبصورت سرمئی آنکھوں سے کنیز کو گھورا"ایسا ممکن ہی نہیں ہے آئے گل،اس خط کے بارے میں صرف مجھے تمہیں اور کرامت کو پتہ تھا اور کرامت نے کہا ہے کہ وہ خط خود بھائی جان کے ہاتھ میں تھما کر آیا ہے"ملکہ نے سراسر اختلاف کیا۔

"پھر ہو سکتا ہے وہ کسی اور وجہ کی بنا پہ جوابی خط نہ لکھ سکے ہوں، آپ چند دن انتظار کریں اگر جواب نہ آیا تو آپ دوبارہ خط بھیجیئے گا" کنیز ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑی تھی۔

"اتنا انتظار کون کرے آئے گل معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا" وہ بیقراری سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

کنیز کو ملکہ کا اس قدر اضطراب سمجھ میں نہ آیا وہ پہلے کبھی ایسے کسی بات پہ پریشان نہیں ہوئی تھیں "ملکہ شہزادی ابھی صرف بائیس سال کی ہیں آپ کو نہیں لگتا آپ جلد بازی کر رہی ہیں"

"اففف یا ربی "ملکہ نے گہرا سانس بھرا "میں نے کل رات اپنی بائیس سالہ بیٹی کی آنکھوں میں پہلی بار کسی مرد کے لیے پسندیدگی دیکھی ہے آئے گل اور وہ معمولی پسندیدگی نہیں تھی، اس میں گہرائی تھی، سچائی تھی، ہمیں یہ کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھی ، اگر اسے نہ روکا گیا تو میری بیٹی مریض بن جائے گی" ڈھیلے پڑتے اعصاب سے وہ کھلی کھڑکی کے سامنے آئیں۔

کنیز ان کے پیچھے آئی" ہو سکتا ہے وہ محفل کے جوش میں ہوں اس وجہ سے آپ کو ایسا محسوس ہوا ہو"

"اونہوں آئے گل" ان کی پر سوچ نگاہیں دور خلا میں جمی تھیں" جن لڑکیوں نے کبھی باپ نرمی محسوس نہ کی ہو وہ بہت جلد غیر مردوں کی نرمی سے متاثر ہو جاتی ہیں، اگر لڑکی کو باپ کی طرف سے توجہ نہ ملے تو اس کی حسیں بہت جلد غیر مردوں سے ملنے والی توجہ کے طرف راغب ہو جاتی ہیں، میں اس کی ماں ہوں مجھے اس کی تکلیف کا اندازہ ہے اور اسی لیے میں چاہتی ہوں وہ جلد یہاں سے چلی جائے، سلطان پہلے ہی اس سے بد گمان رہتے ہیں خدانخواستہ اگر شہزادی سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی تو سلطان انہیں کبھی معاف نہیں کریں گے" وہ متفکر تھیں۔

"اور اگر سلطان نے" آئے گل کہتے کہتے ہچکچائی۔

"سلطان نے کیا" ملکہ اس کی طرف مڑی۔

"اگر سلطان شہزادہ تیمور کے حق میں ہوئے تو "

کنیز کی بات پہ ملکہ نے لب بھینچ لیے اور دوبارہ کھڑکی کی طرف رخ پھیر لیا "اگر نورافروز کا بیٹا اپنی ماں جیسا ہوتا تو مجھے کوئی اعتراض نہ تھا مگر وہ تو حرم میں موجود کسی کنیز کے قابل بھی نہیں ہیں" نخوت سے کہتے انہوں نے سر جھٹکا "اپنی بیٹی میں اسے تو ہرگز نہیں دوں گی"

"خدا کرے ایسا ہی ہو جیسا آپ چاہ رہی ہیں ملکہ"

"خدا کرے ایسا ہی ہو"

☆☆☆☆☆☆

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

شاہی باورچی خانے میں افراتفری مچی ہوئی، طرح طرح کے پکوان اور ان کی اشتعال انگیز خوشبوؤں نے باورچی خانے کو معطر کیا ہوا تھا، ناشتے کی میز تیار کی جارہی تھی، خادمائیں تیز تیز قدموں سے اندر باہر ہو رہیں تھی، لوئی خاتون ہاتھ میں بڑا سا کدو تھامے

اپنے مخصوص انداز میں مسلسل ان پہ برس رہی تھیں اور رستم کاکا یخنی کا پیالہ منہ سے لگائے ساری کاروائی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"اوہ الٰھی! تیز تیز ہاتھ چلا لو ذرا اور تھوڑا قدموں کو رفتار دو گی تو ٹوٹ نہیں جائیں گے" وہ برسیں، خادمہ پھرتی سے جھکی اور شربت سے بھری چینی کی قیمتی صراحیاں اٹھالیں۔

"ہائی ہائی واپس رکھو" ہاتھ میں پکڑا کدو پھینکتی وہ چلاتے ہوئے خادمہ کے سر پہ پہنچے، خادمہ نے بوکھلا کر دونوں صراحیاں واپس رکھیں" تمہیں پتہ بھی ہے یہ کتنے قیمتی ہیں، ملکہ نے خاص سلطان کے لیے خوارزم سے منگوائی ہیں خوارزم سے" خادمہ کو تند نگاہوں سے گھورتے انہوں نے بازو لمبا کرتے دو دفعہ خوارزم کہا" اگر ٹوٹ گئی تو کہاں سے پورا کروں گی میں نقصان ہاں، ایک ایک کر کے لے جاؤ، کام چور" تحکم سے کہتے وہ ابھی بھی خادمہ کو گھور رہی تھیں۔

رستم کاکا نے کنیز کے نکلتے ہی پیالہ رکھا اور اپنی خیالی حساب کی کتاب کھول لی" لو اور کہاں سے پورا کرنا بھلا، ہر سال جو آپ کو شاہی خزانے میں سے ہزاروں دینار ملتے ہیں

برتنوں کے لیے ان سے پورا کیجئے گا،ویسے ایمان سے کہوں لؤلؤ خاتون آپ کی نگرانی میں گزرے ان بیس سالوں میں گنتی کے چند ہی برتن ٹوٹے ہوں گے" نزاکت سے بات ختم کرتے انہوں نے پھر سے پیالہ اٹھالیا، یخنی ٹھنڈی ہو گئی تو وہ ذائقہ نہیں آئے گا۔

لؤلؤ خاتون کے تو سر پہ لگی،وہ تیورا کر پلٹی" یہ جس پیالے میں تم چسکیاں لگا لگا کر یخنی نوش کر رہے ہو رستم کاکا یہ انہیں دینار سے آیا ہے" چلتے ہوئے وہ رستم کاکا کے سامنے آئیں ،چھوٹے سے قد اور فربہی مائل لؤلؤ خاتون حبشی تھیں۔

رستم کاکا بھی یہیں کے مکین تھے اتنی جلدی کہاں چھوڑتے" چند دینار لگا کر یہ چار برتن آپ سامنے سجادیتی ہیں اور باقی کے خزانے سے آپ اپنی گُتھی بھر بھر کے کہاں بھیجتی ہیں سب معلوم ہے مجھے" کہتے انہوں نے لؤلؤ خاتون کے اڑے ہوئے تاثرات دیکھے۔

"اے۔۔یہ۔یہ کیا بولے جارہے ہو،کون سے گُتھی؟"خواس باختہ ہوتے وہ بمشکل بولیں۔

"اچھا کون سی گتھی" وہ کمر پہ ہاتھ رکھتا ان کے برابر آیا "وہ جو سبزی والا آتا ہے بڑے بڑے ٹوکرے لے کر اور آپ ان میں سے محل کی خدمت کے لیے عمدہ سبزی جو چن رہی ہوتی ہیں، وہ دراصل آپ محل کی نہیں اس سبزی والے کی خدمت کر رہی ہوتی ہیں، ہر ماہ اس کی ٹوکری میں دینار سے بھری تھیلی رکھتی ہیں میں نے اپنی ان گناہگار آنکھوں سے خود دیکھا ہے "اس کا ایک ایک حرف سچ پہ مبنی تھا" چلو رنگ تو اس کا بھی آپ جیسا ہے مگر عمر کا ہی لحاظ کر لیتیں" آخر میں وہ رنگ کا طعنہ دینا نہ بھولا۔

"اے بکو مت، بیٹا ہے میرا" وہ اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکیں اور تڑاخ سے بولیں

۔

"اوہ" رستم کاکا نے لب دبائے، افشائے راز کے چکر میں شاید کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا، لیکن اب اگر چپ رہتا تو ساری دولت پہ بھاری بھر کم لوئی لوئی خاتون ہی بیٹھی رہتی "دیکھیں لوئی لوئی خاتون آپ کا راز راز ہی رہے گا اگر آپ قلیل سا معاوضہ میری نظر بھی کر دیں، نہیں تو"

"نہیں تو" انہوں نے رستم کاکا کو ایسے گھورا جیسے سالم نگل جائیں گی۔

رستم کے چہرے پہ کمینی سے مسکراہٹ پھلی "تو نہ میں سلطان کو بتاؤں گا نہ کسی ملکہ کو بلکہ میں ایک ایک کنیز کو پکڑ پکڑ کر بتاؤ گا کہ میں نے لوئی لوئی خاتون کو سبزی والے کی ٹوکری میں کچھ رکھتے دیکھا ہے، اب کیا رکھا ہے اور کون سبزی والا یہ وہ خود بھی پتہ لگالیں گی "اس نے سادگی سے شانے اچھکائے۔

لوئی لوئی خاتون نے اسے خشمگیں نگاہوں دیکھا" میں "ان کے لب ادھ کھلے رہ گئے جب باورچی خانے میں کنیزیں داخل ہوئی۔

"بس کیا کریں لوئی لوئی خاتون اللہ معاف کرے اب تو لوگوں کو خوف خدا ہی نہیں رہا ،قیامت کی نشانیاں ہیں ہے خیر" رستم نے دانستہ آواز اونچی رکھی "مجھے ملکہ نے طلب کیا تھا میں چلتا ہوں آپ جاری رکھیں "سر کو خم دیتا وہ نکل گیا، لوئی لوئی خاتون نے لب بھینچ لیے۔

"تمہارے گلے کا بھندا تو میں کستی ہوں رستم کا کاتم دیکھتے جاؤ، یہ قلیل معاوضہ تمہاری قبر نہ بنایا پھر کہنا" سر جھٹک کر وہ بڑبڑائیں۔

☆☆☆☆☆☆

اس نے تیسری بار کمرے کی بالکنی سے نیچے جھانکا،وہاں معمول کے مطابق سپاہی اور پہرے دار تھے اور یہاں وہاں اپنے کام سے پھرتی کنیزیں،اسے مایوسی ہوئی مگر وہ وہاں سے ہٹی نہیں، محل میں سب سے بے ترتیب خواب گاہ یہی تھی جسے کنیزیں سمیٹ رہی تھی ۔زلیخا نے پھر سے نیچے دیکھا مگر کچھ نیا نہ تھا اب وہ وہاں سے ہٹ کر شیشے کے سامنے آئی اور اپنا عکس دیکھا، ٹخنوتک آتا شنیل کا لباس ہلکے بھورے رنگ کا تھا جس پہ انتہائی نفاست سے سنہری دھات کے دھاگوں سے کام کیا گیا تھا،زیور کے نام پہ صرف ایک انگوٹھی اور تاج پہنا ہوا تھا جو چہرے کی کشش میں اضافہ کر رہا تھا،اس کا ارادہ خواب گاہ سے نکلنے کا تھا،وہ جیسے ہی مڑی بھاری دروازہ کھلا اور ماہ جبین اندر داخل ہوئی۔

"آپ ناشتے کی میز پہ غیر خاضر تھیں شہزادی "ماہ نے جتایا۔

"ہمیں طلب نہیں تھی" کہتے وہ مڑ کر دوبارہ بالکنی میں آئی "گستاخ ابھی تک نہیں آیا"

اسے غصہ آیا تھا۔

ماہ نے اس کے برابر آتے اس کی چہرے کو بغور دیکھا" آپ کل رات سے عجیب برتاؤ

کر رہی ہیں شہزادی سب خیریت تو ہے "اس کے رویے میں واضح تبدیلی تھی۔

"ہم "الفاظ ٹوٹ گئے، تاثرات تبدیل ہو گئے، آنکھوں میں چمک اتری، زلیخا نے اسے

محل کے داخلی دوازے پہ بھورے گھوڑے سے اترتے دیکھا۔

"ہم صرف مشق کے لیے پر جوش ہیں، اور اب ہمیں جانا ہے وہ آگئے ہیں "وہ عجلت سے

پلٹی اور خواب گاہ سے نکلی، ماہ نے حیرت سے پہلے اسے دیکھا پھر گردن موڑ کر نیچے جہاں

ہُرمز توران سرمئی سنگ مرمر پہ قدم دھرتا آرہا تھا۔ قرطبہ کی شہزادی یقیناً آگ کے دریا

میں کودنے کی تیاری کر رہی تھی۔

"میں تھوڑی دیر میں واپس آجاؤں گا بس تھوڑی دیر "ہُرمز نے اس کی گردن پہ ہاتھ

پھیرتے دلاسہ دیا مگر ملکہ کی بے چینی عروج پہ تھی وہ مسلسل ٹانگیں ہلا رہی تھی۔

"تم جانتی ہو کہ ہُرمز توران ملکہ کو انتظار نہیں کرواسکتا" اس کی سنہری آنکھوں میں نرمی تھی اور یہ نرمی خاص ملکہ کے لیے ہی تھی، اس نے ملکہ کے سر سے سر ٹکرایا "بس تھوڑی دیر" تسلی دیتے وہ مڑ گیا اور ملکہ وہیں داخلی دروازے کے پاس گھڑی رہ گئی، یہ اشارہ تھا وہ چند لمحوں میں ہی واپس آجائے گا۔

وہ سر اٹھائے سیدھ میں چلتا آرہا تھا، ہر گزرتی کنیز نے مڑ مڑ کر اسے دیکھا، ہُرمز توران کو یہ سب بہت غیر آرام دہ محسوس ہو رہا تھا اور اوپر سے ہر گزرتی عورت کی نظریں ،یہ نئی ذمہ داری اسے اپنے مقصد میں خلل محسوس ہو رہی تھی، وہی مقصد جس کے لیے وہ آج اندلس میں تھا "بس ایک بگڑی شہزادی کا استاد بنا رہ گیا تھا ہُرمز توران اور آج یہ کسر بھی پوری ہو گئی" بد دلی سے بڑبڑاتے وہ مذید آگے بڑھتا اگر نظر سامنے کھڑے مسکراتے مجسمے پہ نہ پڑتی۔

"شہزادی" ہُرمز نے نظریں اس کے چمکتے چہرے پر سے ہٹاتے سر کو ہلکا سا خم دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

زلیخا کو بائیس سالہ زندگی میں آج پہلی بار لفظ "شہزادی" سننا اچھا لگا، اگرچہ اس کے چہرے پہ شناسائی کی کوئی رمق نہ تھی مگر اسے روبرو دیکھ اس کا سارا غصہ مفقود ہو گیا، ہونٹوں پہ پھیلی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

"ہم مشق کے لیے تیار ہیں استاد" وہ چہک کر بولی (خدا کرے آپ کو میرے ارادوں کی خبر نہ پہنچے)۔

اب کے ہُرمز نے ضبط کا دامن پکڑتے سرسری سی نگاہ اٹھائی اور سامنے کھڑی شہزادی کی تیاری دیکھی، چمکتا دمکتا قیمتی لباس، سر پہ ہیروں سے مزین نازک تاج، انگشت شہادت میں یاقوت پہنے ان کی تیاری مشق کی کم اور کسی تقریب کی زیادہ لگ رہی تھی۔

تفصیلی جائزہ لینے کے بعد وہ گلہ کھنکارا اور نہایت تحمل سے گویا ہوا "گستاخی معاف شہزادی، آپ زیور اتاریں اور آرام دہ لباس زیب تن کر آئیں، میں مشق کے میدان میں آپ کا منتظر ہوں"

"ہک ہاہ"

شہزدی کا منہ کھل گیا، چہرہ سرخ ہونا قدرتی عمل تھا مگر اس کی بات بری نہیں لگی تھی کیونکہ دوسری طرف تحکم نہیں گزارش تھی، سختی نہیں ادب تھا، درشتی نہیں انکساری تھی، جملہ ادا کرتے ہوئے اس کی نظریں جھکی ہوئی تھی اور اب وہ پلٹ رہا تھا۔

چند لمحے بعد شہزادی زلیخا کی خواب گاہ سے مسلسل قہقہوں کی آوازیں آرہی تھیں "تو آپ کہہ رہی ہیں کہ زیادہ جوش میں آپ مشق کے لیے مناسب لباس ہی پہننا بھول گئی" مسلسل ہنسنے کے باعث ماہ کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"بلکل "سیاہ بالوں کو پلیٹتی اس نے گردن اکڑانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی مگر چہرہ خفگی سے سرخ تھا، پہلے کے برعکس اب اس نے چمڑے کا مشقی لباس پہنا ہوا تھا۔

جو کچھ ہوا تھا وہ بالکنی سے دیکھ چکی تھی اب بمشکل ہنسی ضبط کرتے ماہ نے اس کے سامنے آتے براہراست اس کی آنکھوں میں دیکھا" ہمیں یہ سمجھ نہیں آرہا کہ آپ نے ان کی گستاخی معاف کیسے کر دی، اپنے مزاج کے مطابق تو آپ کو چاہیے تھا کہ انہیں صلیب پہ لٹکا دیں"

زلیخا کا دل شدت سے دھڑکا،اس نے آنکھیں چرائیں "وہ استاد ہیں ہمارے "ماہ سے زیادہ خود کو تسلی دی،بال لپیٹ چکی تھی،اس نے قدم دروازے کی جانب بڑھائے۔

"اور استاد روحانی باپ ہوتا ہے "ماہ نے پیچھے سے آواز دی،دروازے کے پاس اس کے قدم ٹھٹک کر رک گئے۔

"روحانی باپ "دہراتے اس کے ذہن میں ہُرمز توران کا عکس ابھرا "استغفار "جھرجھری بے ساختہ تھی۔

کل رات جو میدان عوام سے بھرا ہوا تھا آج وہ خالی تھا،میدان کا پہلا حصہ سرسبز تھا اور دوسرا کچی مٹی کا حصہ گھڑسواری کے لیے مخصوص تھا جہاں سپاہی معمول کے برعکس سپاہی تلوروں سے مشق کر رہے تھے،شاید انہیں پہلے حصے خود وہاں بھیجا گیا تھا۔وہ کمان تھامے پہلے حصے میں کھڑا تھا،زلیخا نے بھی قدم اسی جانب بڑھائے۔

وہ کمان کی رسی ڈھیلی کر رہا تھا جب اسے اپنے نزدیک قدموں کی چاپ ابھرتی محسوس ہوئی۔

"ہم تیار ہیں"اس نے کوئی رد عمل نہ دیا تو زلیخانے خود ہی مخاطب کیا۔

ہُرمز نے ہاتھ میں پکڑی کمان اس کے سامنے کی"یہ لیں اور نشانہ باندھیں"لیا دیا سا انداز یا شاید وہ بے زار اور ناخوش تھا۔

"نشانہ" کمان تھامتے وہ جزبز ہوئی"مگر ہمیں تو نہیں آتا" کہتے اس نے کمان کی لکڑی کو اس حصے سے مٹھی میں تھاما جہاں تیر کا سرا رکھا جاتا ہے،ایک لمحے کو ہُرمز چونک گیا،اس کا کمان تھامنے کا انداز معمولی نہ تھا مگر پھر اس نے سر جھٹکا اتنی جلد رائے قائم نہیں کرنے چاہیے۔

ہُرمز بغیر جواب دیے آگے بڑھا اور ترکش سے ایک تیر نکال کر اس کے سامنے آیا"انگوٹھے اور انگشت شہادت سے تیر کے اس کونے کو مضبوطی سے تھامیں جہاں پر لگے ہیں،دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں سے کمان کو وسط سے تھوڑا نیچے پکڑیں"وہ پہلا طویل جملہ تھا جو شہزادی نے اس کے منہ سے سنا تھا۔

شاید اسی لیے اس نے زیور اتارنے کا کہا تھا،وہ پر جوش سی ہوئی اور جلد ہی وہی کیا جو اس نے بتایا تھا۔

"ٹھیک ہے اب کمان کو آنکھوں کے برابر لاتے پوری قوت سے کھینچیں،اور تیر چلا دیں"وہ اس سے تھوڑے فاصلے پہ کھڑا اس کی حرکات وسکنات دیکھتا اطمنان سے کہہ رہا تھا۔

زلیخا کے چہرے پہ اچنبھا ابھرا"مگر نشانہ تو اس طرف ہے"اس نے دوسری جانب اشارہ کیا۔

"پہلے آپ ہوا میں تو تیر چلا لیں پھر نشانے بھی لگا لیجیئے گا"وہاں طنز تھا مگر سادہ لہجے کے باعث شہزادی کو محسوس نہ ہوا۔

مسکراتے چہرے کے ساتھ اس نے شانے اچھکائے اور کمان کی رسی مضبوطی سے کھینچ کر تیر چھوڑ دیا۔

"آآہہہہ" کمان ہاتھ سے چھوٹ گئی، تیر قدموں میں آگرا اور وہ تکلیف سے دھری ہوتی جھکی، جس ہاتھ کی مٹھی بنا کر کمان تھامی ہوئی تھی اب انگوٹھے سے پاس سے اس ہاتھ کی جلد رسی لگنے کے باعث چھیل گئی تھی، خون کی چند بوندیں اس کے ہاتھ سے لڑھک کے نیچے گریں۔

"آاہہ" تیز جلن اور تکلیف کے باعث وہ کراہی، سیاہ آنکھوں میں آنسو آگئے۔

سپاٹ چہرہ لیے ہُرمز نے وہیں کھڑے اس کے دودھیا ہاتھ پہ نظر ڈالی، جلد ابھر کر سرخ ہو چکی تھی، نفی میں سر ہلاتے اس نے وجیہہ چہرے پہ ہاتھ پھیر کر تنے ہوئے اعصاب کو پر سکون کیا، زرہ سے سفید مخملی رومال نکالتے وہ نازک مزاج شہزادی کے نزدیک ہوا اور رومال پھیلا کر اس کا ہاتھ لپٹا، زلیخا کھڑے کھڑے ساکت ہو گئی، ارد گرد ہر چیز تھم گئی، اس نے متحیر ہوتے پہلے اپنے ہاتھ کو دیکھا پھر بے یقینی سے چہرہ اٹھایا، وہ اس سے کافی لمبا تھا اسے پوری گردن اٹھانی پڑی، ایک لمحے کو وہ ہر درد بھول گئی۔ ہُرمز اسے نہیں دیکھ

رہا تھا مگر اسے اپنے چہرے پہ نظروں کی تپش محسوس ہو رہی تھی،اس نے رومال کے اوپر سے ہی اپنے انگوٹھے کی مدد سے اس کی جلد کو دبایا۔

"سسی"وہ سسکی۔

رومال کی گراہ لگاتے اس نے شہزادی کا ہاتھ چھوڑ دیا"امید ہے آج کی مشق سے آپ نے بہت کچھ سیکھا ہو گا،میں کل پھر آؤں گا اگر آپ کا ارادہ مشق جاری رکھنے کا ہوا تو آئندہ آپ اپنی نزاکت اور شہزادی ہونے کے احساسات کو محل میں ہی چھوڑ آئیے گا،آج کے لیے اتنا سبق کافی ہے"اس نے پہلی بار سنہری آنکھوں سے شہزادی کی سیاہ آنکھوں کو براہراست دیکھا تھا،آواز سرد و جامد تھی۔وہ کب گیا اسے کو احساس ہی نہ ہو سکا احساس ہتک سے اس کی آنکھیں دہک اٹھی،دماغ کئی سال پیچھے گردش کرنے لگا۔

"کیا وہ بابا جان کی طرح مجھے عورت ہونے کا طعنہ دے کر گئے ہیں"سوچ آتے ہی اس کی آنکھیں جلنے لگیں،نا چاہتے ہوئے بھی اسے اپنے آپ میں احساسِ کمتری محسوس ہوئی،وجود میں سالوں کی چھپی تکلیف سر اٹھانے لگی"کیا میں ساری زندگی مردوں سے یہی

سنیں گے "ہاتھ کی تکلیف جیسے ختم ہو گئی تھی اب صرف دل کی تکلیف تھی جو پورے وجود میں سرایت کر رہی تھی، کئی سال پہلے کا منظر اس کی آنکھوں میں تازہ ہو گیا۔

سلطان قاسم بن قیصر ابن اسلام شاہی تخت پہ بیٹھے خشمگیں نگاہوں سے سامنے سر جھکائے کھڑی بیویوں اور بہن کو دیکھ رہے تھے۔

"بھائی جان زلیخا بچی ہیں انہیں علم نہیں تھا" نورافروز نے ان کا غصہ کم کرنے کی کوشش کی۔

"اور آپ پانچ عورتوں سے وہ ایک بچی نہ سمبھالی گئی، پورا محل اس کے لیے کم پڑ گیا تھا جو اس نے یہاں دربار میں آ کر تخت پہ سونے کو ترجیح دی" وہ گرجے تھے۔

خزینہ نے سر اٹھایا اور نرمی سے گویا ہوئی "سلطان وہ اولاد ہیں آپ کی اگر تخت پہ سو بھی گئیں تو اس میں کیا حرج ہے"

"اولاد" انہوں نے استہزئیہ سر جھٹکا "یہ تخت ہمارے آباؤاجداد کی وراثت ہے، اس پہ کئی صدیوں سے سلطنت کے وارث بیٹھتے آئے ہیں، آج تک یہ تخت عورتوں کے نحوست

کے سائے سے پاک رہا مگر آج" ان کی آواز غصے کی شدت سے تیز ہو گئی، دربار کے دروازے کی اوٹ میں کھڑی دس سالہ شہزادی کانپ گئی وہ سمجھ نہ سکی کہ اس سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے، اسے تو صرف وہ بڑی سی کرسی پسند تھی جو پورے محل میں صرف ایک ہی تھی اور آج جب موقع ملا تھا تو وہ اس پہ بیٹھ گئی۔

"آج اس کی پاکیزگی کو ایک نسوانی سائے نے ختم کر دیا، ہمارے عظیم بزرگوں کی صدیوں پرانی کی گئی محنت پہ داغ پڑ چکا ہے" ان سلطان برس رہی تھے۔

"بس کریں سلطان اس سے زیادہ ہم برداشت نہیں کریں گے" ایلف کی سرمئی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں" آپ کو ہم سے یا ہماری اولاد سے اس طرح پیش آنے کی ضرورت نہیں ہے ہمارے باپ کی سلطنت اتنی بڑی ہے ہمارا اور ہماری بیٹی کا بوجھ برداشت کر سکیں"

سلطان تخت سے اٹھ کھڑے ہوئے" ہمارے طیش کو مت بڑھاوادیں ملکہ، ایک وارث تو آپ چار عورتیں دے نہیں سکی ہمیں، بھولیں مت آپ معاہدے میں آئی ہیں یہاں، اور

آج کے بعد وہ ہمیں شاہی دربار میں کے آس پاس بھی نظر نہ آئیں" درشتی سے کہتے انہوں نے قبا جھٹکی اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"بابا گندے ہیں" اس سے پہلے کہ وہ سب دربار سے نکلتی دروازے اوٹ سے زلیخا کی چلاتی آواز آئی جو دور دور تک خادموں نے بھی سنی، سلطان کا چہرہ اہانت سے سرخ ہو گیا۔

"جتنا جلد ہوسکے انہیں شاہی آداب سیکھنے بھیج دیں خزینہ" وہ پہلی بیوی سے مخاطب ہوئے ، حرم کی نگران وہی تھیں۔ نورافروز تیزی کے آگے بڑھی لیکن وہ بھاگ چکی تھی، ان تین لفظوں کی گونج اسے آج بارہ سال بعد بھی سنائی دیتی تھی، ماضی کے تلخ خیالوں کو جھٹکتی وہ نیچے جھکی اور قدموں میں پڑا تیر اٹھایا۔

"نہ میں تخت پہ نحوست ہوں، نہ میں جنگ کے لیے نازک ہوں، میں۔۔۔۔" زخم زدہ ہاتھ سرد ہو چکا تھا جس کا جمود اس کی روح میں اتر گیا تھا۔

"نہ میں تخت پہ نحوست ہوں، نہ میں جنگ کے لیے۔۔۔۔۔" تیر مٹھی میں دبوچے اب وہ محل کی طرف چلتی جارہی تھی، سیاہ آنکھیں ٹھنڈی اور پرسکون تھیں، سرد ہوا کے تھپڑ اس

کے چہرے پہ پڑ رہے تھے "نہ میں تخت پہ نحوست" شہزادی کی بڑبڑاہٹ دور ہوتی جارہی تھی وہ میدان سے کافی آگے نکل چکی تھی،اس کی زات میں اپنے جنس کے لیے احساسِ کمتری چھپی تھی جو آج ایک غیر متوقع بات پہ آشکار ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

سلطان قاسم بن قیصر ابن اسلام کی فرش پہ پھیلی شاہی قبا گہرے نیلے اور سنہری رنگ کے امتزاج کی تھی،شاہی وراثت کی سنہری ٹوپی کے سفید ہیروں کے درمیان میں لگا بڑا سا سرخ یاقوت چمک رہا تھا،سلطان کے چاندی جھلکاتے لمبے بال کاندھوں پہ پڑے تھے، شاہی دربار میں گھمبیر خاموشی چھائی ہوئی تھی،قیمتی پوشاکوں میں ملبوس تمام وزراء وامراء ایک قطار میں ہاتھ باندھے کھڑے تھے،چہرے کے تاثرات پریشان کن تھے۔

سلطان تخت سے اتر آئے "ہمیں اس پہ تعجب ہے کہ آپ سب اس مسئلے پہ اب تک خاموش کیوں رہے، آپ میں سے کسی نے بھی اس کو ہمارے عمل تک لانے کی کوشش نہیں کی"ہاتھ پیچھے باندھے ان کے پیشانی شکن آلود تھی۔

"سلطان معظم غرناطہ، اشبیلیہ اور طلیطلہ کی ریاستوں میں اب تک کوئی ایسا واقع پیش نہیں آیا"ریاستوں کے سربراہی وزیر نے بتایا۔

" تو آپ اس انتظار میں تھے کہ وہاں کی ریاستوں کا خزانہ بھی چوری ہو پھر آپ تسلی سے مسئلے کا حل نکالیں"وہ گرجے "دار لحکومت کے شاہی خزانے میں سے ہر روز سونا چوری ہو رہا اور آپ سب ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں"وہ چکر لگاتے ہوئے مسلسل بول رہے تھے۔

"اب تک کتنا خزانہ چوری ہوا ہے خلیج ؟"انہوں نے وزیرِ خزانہ سے جواب طلب کیا۔وزیر خزانہ اپنی جگہ سے چند قدم آگے بڑھ کے درمیان میں آیا اور ہاتھ میں موجود دستاوزات کھول کر پڑھنا شروع کیا۔

" گزشتہ ماہ شاہی خزانے میں آٹھ لاکھ دینار سونا اور بارہ لاکھ دینار چاندی کا اضافہ ہوا تھا اس حساب سے اس ماہ دو تہائی کا اضافہ ہوا ہے مگر چند ہفتوں سے خزانے میں چند ہزار سونا اور چاندی غائب ہیں کہنے کو یہ بہت قلیل مقدار ہے سلطان لیکن جس طرح ہر گزرتے دن سونا،چاندی غائب ہو رہے ہیں اس کے نتائج اندلس کی تمام ریاستوں کے لیے خطرناک ثابت ہوں گے اور تعجب بات یہ ہے سونا یہودیوں کے دیے محصول سے چوری ہو رہا ہے " آگاہ کرتے خلیج نے کاغذ تہہ کیا اور واپس جگہ پہ آیا۔

"ہوں "سلطان نے ہنگار بھرا "اب مسئلہ قلیل مقدار کی چوری کا نہیں ہے مسئلہ اس چوری کے حل کا ہے، ہمیں اس کا معقول حل ڈھونڈنا ہے،یہودیوں کا محصول ریاستی خزانے کے لیے اہم ہے"

"میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں سلطانِ معظم "التمش نے پہلی بار لب کشائی کی۔

" کہوں التمش آغا "انہوں نے اجازت دی۔

التمش نے ایک نظر تمام وزراء پہ ڈالی پھر لب کھولے "سلطان معظم اصل کا کچھ اور ہے جسے ہم سب نظر انداز کر رہے ہیں"

اس بات پہ سب نے التمش آغا کو اچنبھے سے دیکھا جبکہ سلطان کی نظریں سوالیہ تھیں۔

"سلطان! حقیقی مسئلہ اس ہمارے رازوں کا ہے اور قومی خزانے کی جگہ کا ہے، ہمیں یہ سوچنا ہے کہ اتنے مسلح سپاہیوں کی نگرانی میں بھی کوئی کیسے خزانہ چوری کر سکتا ہے، اگر یہ چوری پہلے ہوئی ہے تو بعد میں بھی ہوگی اور یقیناً چور یہیں محل میں ہے اسے تمام معلومات یہیں محل سے مل رہی ہیں اور آئندہ بھی ملتی رہیں گی"

"تو تم کہنا چاہتے ہو کہ محل میں کوئی غدار ہے" التمش خاموش ہوا تو سلطان نے پر سوچ انداز میں پوچھا۔

التمش نے سر کو خم دیا "یقیناً سلطان ایسا ہی ہے"

"ہم التمش آغا کی بات سے سہمت ہیں سلطان" وزراء نے بھی حامی بھری۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ٹھیک ہے پھر ہم ایسا کرتے ہیں کہ ستر فیصد خزانے کو خاموشی سے کہیں اور منتقل کرتے ہیں جبکہ باقی کا تیس فیصد یہیں رہنے دیتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کہ کون ہے غدار اور جب تک کوئی معقول نتیجہ نہ اخز ہو جائے تمام ریاستوں سے آیا محصول خرناطہ کے جنوبی محل میں جمع کیا جائے "سلطان نے فیصلہ سنایا۔

"جو حکم سلطانِ معظم "

دربار برخاست ہو گیا، تمام وزراء چلے گئے تو سلطان نے جواہرات لگی ٹوپی اتار دی اور بالکنی میں آگئے، آسمان پر بادل ویسے ہی سیاہ تھے، قرطبہ پہ سرہواؤ کا زور تھا،اور اسی سرہوا میں ان کی شاہی پوشاک پھڑ پھڑا رہی تھی۔ خادم دربار میں چھوٹی سی طشتری لیے خاضر ہوا تو التمش آغا نے طشتری تھام کر خادم کو جانے کا اشارہ کیا۔ چھوٹی سی چینک سے قہوہ پیالے میں انڈیلا تو دھار کے ساتھ اٹھتے دھوئیں سے ماحول میں زعفران کی تازہ دم خوشبو پھیل گئی۔

"سلطان معظم "

ان کی سوچوں کے ارتکاز کو التمش کی آواز نے توڑا "ہوں" وہ چونک کر مڑے پھر پیالہ تھام لیا۔

"آپ پریشان ہیں سلطان" التمش نے دریافت کیا۔

سلطان نے گہرا سانس بھرتے گرم گرم قہوے کا گھونٹ بھرا، زعفران کی زائقہ دل تک اتر گیا "اگر محل میں واقعی کوئی غدار ہے تو بلاشبہ یہ پریشانی کی بات ہے" کہتے وہ دوبارہ گھونٹ بھرنے لگے کہ کسی سوچ کے تحت پیالہ نیچے کیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے التمش کون ہے محل میں غدار، کوئی ایسا نا معلوم فرد جو تم نے محل میں دیکھا ہو یا پھر کسی اپنے نے غداری کی ہے" وہ پر سوچ انداز میں پیالے کو دیکھتے کہہ رہے تھے۔

التمش آغا کے چہرے کا رنگ بدلا، گردن میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی، اس کی آنکھوں کے آگے گلابی لباس والی کنیز کا عکس ابھرا "کیا سلطان کو بتا دینا دینا چاہیے" اس نے بے ساختہ سوچا مگر پھر اپنی سوچ کی نفی کی "ابھی کوئی بھی رائے قائم کرنا قبل از وقت ہو گا"

"نہیں سلطانِ معظم میری نظر میں ابھی ایسا کوئی شخص نہیں آیا، آپ مجھے تھوڑا وقت دیں میں ذاتی طور پہ اس کی تفتیش کرنا چاہوں گا" اس نے وقت مانگا۔

سلطان نے اثبات مین سر ہلا دیا" ٹھیک ہے التمش تم کرو جو تمہیں بہتر لگتا ہے"

"جو حکم سلطان معظم"

سر کو تعظیم میں خم دیتے التمش آغا دربار سے نکل آئے، اسے کنیز سے ملنے حرم جانا تھا مگر ابھی نہیں، دن ڈھلنے کے بعد۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

☆☆☆☆☆☆

"ہم اس ریاست کے واحد شہزادے ہیں والدہ اور سلطان نے ہمیں دربار میں دعوت دینا بھی ضروری نہ سمجھا، اسلامِ قرطبہ کے واحد جانشین ہیں ہم، اس نسل کا خون ہیں، ہم ان کے اس سلوک کے مستحق ہر گز نہیں ہیں جس سے وہ ہمارے ساتھ پیش آتے ہیں" شہزادہ تیمور

کی خواب گاہ ایک بار پھر ان کے غصے کا شکار ہو چکی تھی،وہ دائیں،بائیں چکر لگاتے مسلسل بول رہے تھا۔

سیاہ مسہری پہ بیٹھی نورافروز نے بلاآخر لب کھولے "ہم سلطان سے بات کریں گے" غصے کی زیادتی سے چکر لگاتے تیمور کے قدم رکے،اس نے ایک نظر ماں کو دیکھا"اور آپ ایسا ایک سو ایک دفعہ کہہ چکی ہیں والدہ"وہ سر جھٹکے وہ دوبارہ گشت پہ شروع ہو گیا۔

نورافروز اٹھ کر تیمور کے برابر آئیں"ہم ایک سو ایک دفعہ کہہ چکے ہیں مگر سمجھنے کی کوشش آپ ایک دفعہ بھی نہیں کرتے،ابھی آپ کی عمر نہیں ہے ان ریاستی داؤ پیچ کو سمجھنے کی،جب سلطان کو مناسب لگے گا وہ خود آپ کو دعوت دیں گے دربار میں آخر کو جانشین ہیں آپ اس ریاست کے" سمجھانے والے انداز میں کہتے انہوں نے تیمور کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

تیمور نے تلخی سے اپنے ہاتھ ان کے ہاتھ سے نکالے"اگر ایسا ہے تو آپ سلطان سے شہزادی کا ہاتھ مانگیں ہمارے لیے"بے تاثر کہتے وہ ایک طرف کو کھڑا ہو گیا۔

نورافروز نے تعجب سے اسے دیکھا جیسے کوئی انوکھی بات کر دی ہو" آپ ہوش میں تو ہیں شہزادے"وہ درشتی سے بولیں۔

"جی ہم پورے حوش و حواس میں ہیں"

نورافروز نے گہرا سانس بھرتے ضبط کیا پھر تحمل سے گویا ہوئیں"ہماری اس بارے میں بات ہو گئی تھی شہزادے کہ جب تک شہزادی پچیس کی نہ ہو جائیں آپ ایسا کچھ نہیں سوچیں گے پھر آپ اچانک یہ خیال کیسے آیا"

تیمور پورا اماں کی طرف گھوما"صرف ہمیں ہی یہ خیال نہیں آیا والدہ غور کریں ان کی ایک عدد ماں بھی ہیں اس محل میں جنہیں ابھی سے شہزادی کی شادی کی فکر ہے"

"ہم سمجھے نہیں آپ کی بات شہزادے"نورافروز نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

"ملکہ ایلف شہزادی کی شادی کرنا چاہتی ہیں وہ بھی اپنے بھائی کی ریاست میں"اس نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا"اگر شہزادی کی شادی وہاں ہو گئی تو اس بات کا مطلب جانتی

ہیں آپ، سلطان کا کوئی جانشین نہیں ہے پھر وہ ترک "اس نے بازو لمبا کیا" ہم سے مطالبہ کریں گے، شہزادی کے زریعے ہماری ریاست کا ولی عہد بن جائیں گے"

نورافروز نے سر اثبات میں ہلایا "اور یہ بات آپ کے علم میں کیسے آئی "انہوں نے ہموار لہجے میں سوال کیا، تیمور نے حیرت سے ان کا چہرہ دیکھا وہ سکون تھیں۔

"آپ۔۔۔ آپ پہلے سے جانتی تھیں والدہ "اس کی آنکھوں میں استعجاب تھا۔

"یہ ہمارے باپ کا محل ہے تیمور ہم وہ سب جانتے ہیں جو یہاں ہو رہا ہے، مگر آپ" انہوں نے درشتی سے انگلی اٹھائی "آپ آئندہ نہ تو رستم کا کا سے ملیں گے اور نہ ہی محل میں فارغ پڑے رہیں، عورتوں میں رہ رہ کر آپ میں بھی جاسوسی اور کانہ پھوسی کی عادت پڑ چکی ہے، کل سے آپ مشق، شکار اور شہری نظام دیکھیں گے"

"مگر والدہ "اس نے لب کھولے۔

"اور یہ ہمارا حکم ہے "وہ پھنکار کر کہتے وہ خواب گاہ سے نکل گئیں۔

Clubb of Quality Content

شہزادہ تیمور بے دم سا ہو کر مسہری پہ بیٹھ گیا "اوہ الٰہی!" اس نے سر ہاتھوں میں جکڑ لیا "کیا ضرورت تھی تیمور والدہ کے سامنے یہ سب کہنے کی، اب خدا جانے وہ سلطان سے بات کرتی ہیں یا نہیں" وہ شدید اضطراب میں آچکا تھا۔

خواب گاہ دروازہ کھولتے وہ باہر نکلا عین اسی وقت التمش آغا اس کی آنکھوں کے سامنے راہداری کا آخری موڑ مڑ گئے، تیمور کے قدم ٹھٹک کر رک گئے، ایک خیال بجلی کے کوندے کی مانند اس کے دماغ میں لپکا، وہ تیر کی تیزی سے سیدھا ہوا اور واپس مڑا۔

"التمش آغا" خواب گاہ میں داخل ہوتے اس نے پر سوچ انداز سر گوشی کی، ایک محظوظ سی مسکراہٹ اس کے چہرے پہ در آئی "یہ خیال مجھے پہلے کیوں نہ آیا، تم وہ واحد ہو جو سلطان کی سلطنت کرا سکتے ہو مجھے سلطان بنا سکتے ہو۔ اب اس کا دماغ پھرتی سے اگلا لائحہ عمل ترتیب دے رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

بڑھتی ٹھنڈ کے باعث محل کے تمام کام شام ہوتے ہی ختم ہو چکے تھے،ساری کنیزیں حرم میں موجود تھیں سوائے چند خادماؤں کے جو خدمت پہ معمور تھیں،ملکہ خزینہ کی خلوت گاہ کو سرِشام ہی آتش دان کی تپش نے گرم کیا ہوا تھا کھانے میں ابھی وقت پڑا تھا اور محل کی تمام خواتین خلوات گاہ کے چبوترے پہ اپنی اپنی نشستوں پہ بیٹھی تھیں،چبوترے سے نیچے رستم کا کاہاتھ باندھے کھڑے تھے اور پاس کھڑے تاجر چبوترے کے قالین پہ پڑے طرح طرح کے رنگوں والے کپڑوں کے بارے میں اپنی جانکاری دے رہے تھے۔

"ملکہ یہ آریانہ کی سب سے قیمتی کپاس کے دھاگوں سے بنا کپڑا ہے،موسم سرما کے لیے انتہائی مفید ہے اور رنگ بلکل خالص ہیں "تاجر کی بات پہ نورافروز اور ملکہ خزینہ نے ستائش سے اس گہرے سبز رنگ کے لباس کو ہاتھوں میں لیے دیکھا۔(آریانہ "افغانستان" کا قدیم نام تھا)

"آپ سب کی کیا رائے ہے "نورافروز نے۔

"ہمیں پسند آیا ہے "ملکہ حبیبہ (سلطان کی تیسری بیوی) متفق تھیں۔

"یہ اچھا ہے مگر ہم کچھ اور دیکھیں گے"شاید ملکہ ایلف کو زیادہ پسند نہیں آیا تھا۔

"جیسی آپ کی مرضی آپ کچھ اور دیکھ لیں"خزینہ کہتے دوبارہ تاجر کی طرف متوجہ ہوئیں"آپ ہمیں اس کے کچھ اور رنگ بھی دیکھائیں اور رستم کاکا"اب وہ رستم کو کپڑوں کے متعلق ہدایت دے رہیں تھیں۔

"ماہ !شہزادی کو بھی ساتھ لے آتیں،وہ بھی موسم کے مطابق اپنی پسند کا کچھ لے لیتیں" ملکہ حبیبہ نے کپڑوں کا جائزہ لیتی ماہ جبین کو مخاطب کیا۔

ماہ جبین کا ہاتھ تھم گیا، سمجھ نہ آیا سچ بتائے یا جھوٹ بولے۔

"ماہ وہ آپ سے مخاطب ہیں"نوافروز نے اس کی سوچوں کا ارتکاز توڑا۔

ماہ جبین نے خشک پڑتے ہونٹوں پہ نامحسوس سی زبان پھیری"ہم گئے تھے ان کی خواب گاہ میں مگر وہ وہاں نہیں تھیں،ہم نے باغ میں بھی ڈھونڈا مگر نہ وہ ہمیں وہاں ملیں نہ ان کی کنیزوں کو علم تھا کہ وہ کہاں ہیں"

"کیا مطلب کہاں جاسکتی ہیں شہزادی"خزینہ تشویش سے بولیں۔

"پریشان مت ہوں سلطان سے خفا ہیں وہ "ملکہ ایلف نے مداخلت کی" گئی ہوں گی شاہی دربار کی طرف انہیں پریشان کرنے، آجائیں گی تھوڑی دیر میں "ان کی بات پہ سب کو تسلی ہوئی ،یہ ممکن تھا کہ وہ وہاں گئی ہوں۔

"رستم کاکا آپ یہ سب لے جائیں اور ماہ! آپ بھی جائیں، کھانے کے وقت کنیز آپ کو بلا ئیں گی "نوافروز نے دونوں کو منظر سے ہٹانا چاہا،صاف ظاہر تھا کہ وہ کوئی بات کرنا چاہتی ہیں باقی خواتین سے۔

"ہمیں آپ سب سے کچھ بات کرنی تھی "ان کے نکلتے ہی وہ چاروں خواتین کی طرف مڑی۔

"جی کہیں"

"دراصل ہم سلطان سے شہزادہ تیمور اور شہزادی زلیخا کے رشتے کی بات کرنا چاہتے ہیں" محتاط انداز میں کہتے انہوں نے سب کے تاثرات جانچے وہاں سب پہ حیرت تھی سوائے ملکہ ایلف کے،ان کا چہرہ بے تاثر تھا۔سب کی خاموشی جانچ کر انہوں مزید اضافہ کیا۔

"ہم جانتے ہیں کہ شہزادہ ابھی لاپرواہ اور لاابالی ہیں مگر ابھی ہم صرف رشتے کی بات کریں گے اور"

"ہمیں اعتراض ہے" ایلف نے ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ٹوک دیا، نورافروز کا چہرہ ہتک سے سرخ ہو گیا، اس پہلے ایلف کبھی ان سے اس انداز میں مخاطب نہیں ہوئی تھیں۔

"انہیں ان کی بات مکمل کرنے دیں ملکہ" خزینہ نے مداخلت ضروری سمجھی۔

"ضرور شہزادی اپنی بات مکمل کریں مگر اس سے پہلے ہم آپ سب کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہم زلیخا کے رشتے کے بات اپنے بھائی جان سے کر چکے ہیں وہ جلد یا دیر اپنے بیٹے کا رشتہ بھجوائیں گے" تحمل مگر فیصلہ کن انداز میں کہتی وہ اپنی نشست سے اٹھ گئیں "ہم جلد آپ سب کو کھانے کی میز پہ ملیں گے" سر کو خم دیتیں وہ اپنی کنیز آئے گل کے ہمراہ خلوت گاہ سے نکل گئیں۔

خزینہ گہرا سانس بھرتے نورافروز کی جانب مڑیں" آپ پریشان نہ ہوں یقیناََ سلطان شہزادی کی شادی باہر نہیں کریں اور جہاں تک بات ہے شہزادے کی لاپرواہی کی تو دونوں ہی ابھی بچے ہیں، مناسب وقت پہ جو بہتر ہو گا وہ کیا جائے گا" تسلی آمیز کہتے نوافروز کی ہاتھ کی پشت کو ہلکا سا دبا کر وہ بھی اٹھ گئیں پیچھے خلوت گاہ میں حبیبہ اور نوافروز رہ گئیں۔

☆☆☆☆☆☆

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مشقی میدان ساکن اور دم سادھے اس کی ایک ایک حرکت دیکھ رہا تھا، ہوا کے جھونکے اتنے پر شدت تھے جیسے پورے قرطبہ کی آندھیاں یہی آٹھہری ہوں، اُفق ہنوز سیاہ بادلوں سے اٹا ہوا تھا، خدا جانے کب برس پڑیں، میدان میں دور دور تک کسی ذی روح کا نام ونشان نہ تھا سوائے اس نسوانی وجود کے، قدموں سے تھوڑے فاصلے پہ رکھے چھوٹے سے چراغ کی مدہم روشنی میں صرف اس کا سیاہ چغہ نظر آرہا تھا۔

ایک ہاتھ میں مشعل اور دوسرے ہاتھ سے قدموں میں گرتا گلابی ریشم کا لباس تھامے وہ محتاط انداز میں سرمئی سنگِ مرمر پہ قدم اٹھاتی جارہی تھی، محل کا یہ حصہ کسی نفس کی موجودگی سے پاک تھا،یہ اس کے پاس آخری موقع تھا اس کے بعد یہاں سے سونا منتقل کر دیا جاتا،یہ خبر اسے آج ہی ملی تھی،وہ چلتی آگے بڑھ گئی یہاں تک کہ ایک بڑا سا دروازہ آیا جس کے سامنے مسلح پہرے دار کھڑے تھے،اس کے نقاب میں چھپے چہرے کو دیکھتے ہی انہوں نے سر کو خم دیا۔

"رات کا دوسرا پہر شروع ہوتے ہی سپاہی بدل دیے جائیں گے" انہوں نے اطلاع دی۔

سیاہ بادلوں سے اٹے آسمان میں گرج ہوئی، بجلی چمکی اور اس کا چہرہ واضح ہوا، چہرہ نقاب سے اٹا ہوا تھا،سیاہ آنکھوں میں چمک تھی، ہواؤں نے زور پکڑا، موسم سرما کی پہلی بوند

آسمان سے گر کر قرطبہ کی زمین میں جزب ہوئی،اس نے آنکھیں اٹھا کر آسمان کو دیکھا نقاب کی اوٹ میں چھپا چہرہ مسکرایا،موٹی سی اون کا دستانے والے ہاتھ سے اس نے کمان کو مٹھی میں پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے تیر کمان میں ڈال کر کھینچا،اس کے انداز میں مہارت تھی،درد کی تیز لہر اس کے وجود میں اٹھی مگر اس نے نظر انداز کرتے تیر چلایا۔

پہرے دار دروازے کے سامنے سے ہٹ گئے، گلابی لباس والی کنیز نے آگے بڑھتے مشعل زمین پہ رکھی اور لباس میں چھپا چھوٹا سا آلہ نکالا، گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھتے اس نے تالہ ہاتھ میں لیا اور آلے کی تیز نوک اندر ڈال دی۔

"تلوار" اس نے سپاہی سے سامنے ہاتھ کیا،سپاہی نے بغیر کسی تردید کے تلوار دے دی۔

اس نے تلوار کی ہتھی چھوٹے سے آلے پہ مارے ایک دو واروں کے بعد آلے کی تیز نوک تالے کے اندر تک گئی اور "ٹھک" سے تالہ کھل کر لٹک گیا،وہ کپڑے چھارتی اٹھ کھڑی ہوئی سپاہیوں نے دروازہ کھول دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کی نظروں کے سامنے تیر اڑتا ہوا گیا،اس نے دیکھا کہ وہ ہدف کے عین وسط میں پیوست ہوا ہے،اب تک اس نے جتنے تیر چلائے تھے سب ہی کامیابی سے ہدف تک گئے تھے،یقیناََ بڑی کامیابی بڑا تجربہ مانگتی ہے اور تجربہ ہر دن کی محنت سے بڑھتا ہے۔

شہزادی نے کمان رکھ دی،زمین پہ رکھا چراغ اٹھائے چغے کی ٹوپی گرائے اس نے قدم محل کی جانب موڑے،اس کی چال میں اعتماد تھا،آنکھیں پرسکون اور ٹھنڈی تھیں۔

"میں تمہیں بتاؤں گی کہ میں نے اس مشق سے کیا سیکھا ہے اور مجھے کیا چیز محل میں چھوڑنے کی ضرورت ہے"

وہ تیزی ہاتھ میں مشعل لیے زینے اتری پیچھے پہرے داروں نے دروازہ بند کر دیا،وسیع رقبے پہ پھیلے تہہ خانے میں قندیلیں جل رہی تھیں،وہ آخری زینہ اتری اور چند لمحے وہیں کھڑے پورے تہہ خانے کا جائزہ لیا وہ یہاں پہلے بھی آچکی تھی،اُنچے اُنچے ستونوں پہ کھڑے

Clubb of Quality Content

تہہ خانے میں جگہ جگہ چھوٹے بڑے صندوق رکھے تھے ایک طرف بہت ساری کتابوں، نقشوں، معاہدوں اور حکومتی دستاویزات سے بھری تالے لگی الماریاں تھیں، اس نے ان کی طرف دیھان نہ دیا اور نہ ہی اسے ان کی ضرورت تھی وہ آگے بڑھی اور ایک مخصوص صندوق کا دروازہ کھولا، قندیلوں کی روشنی میں چمکتا سونا اور اس کی خوشو، وہ بے اختیار نیچے بیٹھی اور سونا ہاتھ میں لیا سنہری آنکھوں میں سنہرا سونا تابناک لگ رہا تھا، سکے اس کی مٹھی سے پھسلتے واپس گر گئے، اس نے لباس سے بوٹلی نکالی اور اسے بھرنے لگی۔

"ایک مٹھی"

"دوسری مٹھی"

"تیسری مٹھی" ابھی وہ ڈالتی کہ ہاتھ ٹھٹک کر رک گئے کسی احساس کے تحت اس نے پوٹلی واپس پلٹی، مشعل اٹھائی اور زینوں کی طرف لپکی۔

"دروازہ ٹھیک سے بند کرنا اور یہ پوٹلی اپنے پاس چھپا لو" باہر نکلتے اس نے عجلت میں پہرے داروں کو خالی پوٹلی تھماتے کہا اور تیز تیز قدم اٹھائے وہاں سے نکل گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"رکو" اس نے قدم حرم کی جانب بڑھائے ہی تھے کہ پیچھے سے کسی نے پکارا۔ التمش آغا قدم اٹھاتا اس نے سامنے آیا دونوں کا قد برابر تھا، کنیز کی آنکھیں جھکی ہوئی تھی اور التمش پر سوچ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

"آنکھیں اٹھاؤ" اس نے حکم دیا۔ کنیز نے آنکھیں اٹھالیں، دونوں آنکھیں ہم رنگ ہوئیں، سنہری رنگ کا عکس دونوں میں جھلکا جیسے صدیوں بعد ایک دوسرے سے ملا ہو، التمش آغا کو ایک بار پھر وہ اپنی آنکھیں لگیں۔

"کہاں سے ارہی ہو تم؟" وہ چاہتے ہوئے بھی آواز کو سخت نہ بنا پایا، کنیز نے جواب نہ دیا تو وہ محظوظ سا مسکرایا، سامنے کھڑے وجود کا نخرہ ایسا تھا جیسے برسوں کی ناراضگی ہو۔

"میں نے پوچھا کہاں سے آرہی ہو تم؟" سوال دھراتے وہ ایک قدم اس نے نزدیک ہوا، پردے کے پیچھے کنیز نے لب کھولے۔

"یہ میرے ساتھ تھیں" جواب شہزادی زلیخا کی جانب سے آیا، التمش بدک کر پیچھے ہٹا "یہ میرے ساتھ تھیں مگر آپ حرم کی طرف کیسے التمش آغا" وہ دونوں کے نزدیک آئی۔

"ہم چہل قدمی کر رہے تھے شہزادی" التمش آغا نے سر کو خم دیتے جواب دیا۔

اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا "ویسے تو یہ وقت نہیں ہے چہل قدمی کا لیکن اگر آپ کا ارادہ تھا بھی تو حرم کے علاوہ پورا محل آپ کے سامنے ہے، جائیں اور کریں چہل قدمی مگر آئندہ "اس نے درشتی سے انگلی اٹھائی" آئندہ آپ مجھے حرم کے پاس کسی کنیز کو ہراساں کرتے نظر آئے تو یاد رکھیے گا نہ تو میری آنکھوں پہ آپ کی اچھائی کی پٹی بندھی ہے اور نہ میں خود اتنی اچھی ہوں "چبا چبا کر کہتے وہ کنیز کی جانب مڑی۔

"تمہیں میں نے خواب گاہ میں طلب کیا تھا، یہاں کیوں کھڑی ہو ساتھ آؤ میرے" تحکم سے کہتی وہ مڑ گئی۔ کنیز نے متذبذب سے اسے جاتے دیکھا وہ جانا نہیں چاہتی تھی مگر اور کوئی چارہ نہ تھا، سامنے کھڑے التمش آغا کو نظر انداز کئے وہ آگے بڑھ گئی۔

التمش آغا نے چبھتی آنکھوں سے شہزادی کی پشت کو دیکھا، وہ یقیناََ اس کے راستے کا کانٹا بننے والی تھی "اس شہزادی کا کچھ سوچنا پڑے گا التمش آغا" گہرا سانس بھرتے وہ بڑبڑایا اور حرم کی حدود سے نکل گیا۔

راہداری سے گزرتے اس نے چغے کی ٹوپی نیچے کی اور نقاب کھینچ کر اتارا، قندیلوں کی مدھم روشنی میں اس صاف ستھرا چہرہ واضح تھا۔ خواب گاہ کے سامنے وہ رک گئی، دروازے پہ وہی خادمائیں تھیں جنہیں وہ کھڑا کر کے گئی تھی "کیا کوئی آیا تھا میرے جانے کے بعد" اس نے پوچھا۔

"شہزادی ماہ جبین آئی تھیں آپ کا پوچھنے"

"وہی بتایا نا جو میں نے کہا تھا"

خادمہ نے سر کو خم دیا "جی شہزادی"

"ہوں" اس نے چغے سے ایک چھوٹی سی پوٹلیاں نکالیں اور خادماؤ کو پکڑائیں "ٹھیک ہے اب جاؤ تم دونوں"

"شکریہ شہزادی" ان کے چہرے تمتما اٹھے، وہ گردن اٹھائے بے نیازی سے خواب گاہ میں داخل ہو گئی۔

خواب گاہ پر حدت تھی اس کی روح تک سکون اترا، چغہ اتار کر پھینکتی وہ مڑی تو چونک گئی دروازہ کھلا تھا اور کنیز دروازے کے بیچ ایسے کھڑی تھی کہ سمجھ نہ آتا کہ اندر ہے یا باہر۔

"دروازہ بند کرو اور اندر آجاؤ" اس نے رسان سے کہا، وہ شاید نئی تھی اس لیے ایسا برتاؤ کر رہی تھی۔ کنیز نے دروازہ بند کیا اور وہیں دروازے کے پاس کھڑی ہو گئی۔

"نام کیا ہے تمہارا؟" مسہری پہ بیٹھے زلیخا نے ہاتھ سے دستانہ اتارا، سپہ سالار کا رمال اب تک بندھا تھا مگر خون اسے پہلے سے زیادہ سرخ کر چکا تھا، شاید زخم بگڑ گیا تھا، اس نے رومال ایسے ہی رہنے دیا اور ہاتھ کو آتش دان کی تپش کے نزدیک کیا۔

"طلسی" اس نے یک لفظی جواب دیا۔

شہزادی کے چہرے پہ اچنبھا در آیا "طلسی" وہ بڑبڑائی "یہ کیسا نام ہے"

طلسی نے سادگی سے شانے اچکائے "میرا یہی نام ہے، مجھے نہیں پتہ کس نے رکھا ہے مگر میں خود کو طلسی ہی سنتی آئی ہوں"

زلیخا نے ہاتھ کو حرکت دی، جما ہوا خون حدت پکڑ رہا تھا، رومال اتار کر اس نے زخم کا معائنہ کیا، اسے ابھی مزید حدت کی ضرورت تھی۔

"زخم خراب ہو چکا ہے شہزادی اسے علاج کی ضرورت ہے، کیا میں طبیب کو بلاؤ؟" طلسی نے پوچھا۔

زلیخا وہیں بیٹھے بیٹھے طلسی کی جانب مڑی "ہمیں شاہی آداب میں زخموں کی اقسام کے بارے میں بتایا جاتا طلسی، کچھ ایسے زخم ہوتے ہیں جو وقت کے ساتھ مندمل ہو جاتے ہیں اور کچھ وقت کے ساتھ ناسور بن جاتے ہیں اور انہی میں کچھ زخم ایسے ہوتے ہیں جن پہ نہ ہمیں مرحم قبول ہوتا ہے اور ان کا ناسور بننا قبول ہوتا ہے، ان زخموں سے ہماری یادیں وابستہ ہوئی ہیں تلخ اور خوشگوار یادیں، اور یہ زخم "اس نے سپاٹ لہجے میں اپنے ہاتھ کی جانب اشارہ کیا "اس کے ساتھ میری یادیں جڑی ہیں، یہ مجھے پل پل یاد دلاتا ہے کہ میں کیا ہوں اور مجھے کیا بننا ہے" طلسی اس کی نظریں اس کے زخم زدہ ہاتھ پہ جمی تھی اور اس کی دور خلا میں۔

"کیا تم جانتی ہو ہم شہزدیوں کو یہ آداب وغیرہ سیکھنے سرد اور خشک محلوں میں کیوں بھیجا جاتا ہے؟"اس کے لہجے میں جمود کی آمیزش تھیں، طلسی کا سر میکانی انداز میں نفی کی صورت ہلا، شہزادی نے گہرا سانس بھرا۔

"ہمیں شاہی اداب سیکھنے نہیں بھیجا جاتا، ہمیں یہ سیکھنے بھیجا جاتا ہے کہ قلعوں میں خاموش جنگ کیسے جیتی جاتی ہے، ہمیں اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ ہم مردوں کی طرح تلواروں سے نہیں بلکہ اپنے حسن اور اپنی ذہانت سے دشمن کو میدان میں نہیں بلکہ ان کے محلوں میں گھس کے کر انہیں شکست دیں، جنہیں شاہی آداب کہا جاتا ہے وہ دراصل اسمائیل بننے کی تیاری ہوتی ہے، ہم شہزادیوں کو اسمائیل بنایا جاتا ہے لیکن خدا کی راہ میں نہیں تخت کی راہ میں، محلوں میں پلتے ہر اسمائیل کو تخت کی بقا کے لیے آنکھوں پہ پٹی باندھ کر قربان ہونا ہوتا ہے"وہ پراسرار سا مسکرائی اور اٹھ گئی، ہاتھ کا زخم حدت پکڑ چکا تھا"اور یہ کائنات کی واحد قربانی ہوتی ہے جس میں اسمائیل کو آداب سیکھائے جاتے ہیں، جس قربانی میں جتنے آداب ہوں وہ تخت اتنا مضبوط ہوتا ہے(اور میرے باپ کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ قرطبہ کا

اسماعیل آداب سے پاک ہے)" آخری بات اس نے دل میں کہی طلسی سر جھکائے اس کی بات سنتی رہی، شہزادی نے صراحی سے انار کا شربت نکالا اور ایک پیالہ اس کے سامنے کیا، پہلے وہ چونکی پھر پیالہ تھام لیا۔

"آپ مجھے کہہ دیتیں" اسے شرمندگی ہوئی تھی، اس نے پیالے کو منہ نہ لگایا۔

شہزادی نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں" التمش آغا کیا کہہ رہے تھے تمہیں" شربت کا پیالہ منہ سے لگاتے اس نے استفسار کیا، اصل موضوع ہی یہی تھا، پہلے اپنے دل کا غبار نکالو تاکہ اگلے کا سننے میں مزاہ آئے۔

"وہ جاننا چاہ رہے تھے کہ میں کہاں سے آرہی تھی" اس نے جھوٹ نہ بولا۔

"تم جانتی ہو انہیں" اس مصنوئی سا تعاجب دیکھا ورنہ اسے یقین تھا کہ جواب "ہاں" ہے۔

"جی شہزادی میں جانتی ہوں انہیں" وہ پھر سے سچ بولی۔

شہزادی کی سیاہ آنکھوں میں چمک اتری" کب سے "پیالے میں موجود شربت کو گھماتے اس نے ایک اور سوال پوچھا، زلیخا کوئی یہ سب لطف دے رہا تھا۔

"بہت سالوں سے "سادہ سا جواب۔

شہزادی نے گہرا سانس بھرا بلاآخر اسے پہلی بار کوئی ملا تھا کو التمش آغا کو سالوں سے جانتا تھا" کیسے جانتی ہوں انہیں "اب کہ محتاط سی دلچسپی تھی۔

طلسی کی سنہری آنکھوں میں کچھ ابھرا، کوئی پرانی یاد، کوئی پرانا قصہ "انہوں نے جان بچائی تھی میری۔۔۔ کافی سال پہلے" طلسی نے اضافہ کیا۔

"اوو "اس لب گول ہوئے، یہ دلچسپ تھا مگر ابھی رات گہری ہو چکی تھی اور اسے اچھی نیند لینی تھی" ٹھیک ہے ابھی تم جاؤ میں تمہیں صبح بلاؤں گی" طلسی پلٹی اور وہ پلنگ کی جانب مڑتی کہ واپس پلٹی۔

"رکو"

طلسی رک گئی پھر پلٹی "جی شہزادی"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم نے چہرہ کیوں ڈھکا ہوا ہے" اس نے تعجب سے پوچھا۔

ایک لمحے کو طلسی نے نظریں اٹھائیں "میرا چہرہ جلا ہوا ہے شہزادی" بتاتے ہوئے اس کے لہجے میں یاسیت تھی، اس نے دائیں طرف سے تھوڑا سا پلو اٹھایا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے بس، تم جاؤ" کان اور کال کا حصہ جھلسا ہوا تھا زخم تازہ اور پیپ زدہ تھا، اس نے دیکھا نہ گیا تو فوراً بولی۔

طلسی چلی گئی، زلیخا پلنگ پہ آکر لیٹ گئی اعصاب پہ تھکن سوار تھی۔

"مجھے تخت کی بقا کے لیے اسمائیل نہیں بننا مجھے تاج کے حصول کے لیے ابراہیم بننا ہے" نیند میں اترنے سے پہلے یہ آخری جملہ تھا جو شہزادی کی خواب گاہ نے سنا اس کے بعد سکوت چھا گیا گہرا سکوت، کسی طوفان سے پہلے کا سکوت۔

☆☆☆☆☆☆

قرطبہ پہ آہستہ آہستہ پر نور اجالے کا ظہور ہو رہا تھا،لوگ مساجد سے نکل کر اپنے اپنے کاموں کا رخ کر رہے تھے گلیوں،بازاروں میں لوگوں کی آمد ورفت شروع ہو چکی تھی،افق پہ سیاہ بادلوں کا راج تھا،گزشتہ رات کی بارش کے بعد موسم سرد ہو چکا تھا،یخ بستہ ہواؤں نے قرطبہ کے مکینوں کو سال کی پہلی برف باری کی امید تھما دی تھی،یہ گوشت سکھانے کا بہترین موسم تھا اور ہر گھر میں گوشت سکھانے کا انتظام ہو رہا تھا،دمبوں اور بکروں کی خرید و فروخت عروج پہ تھی،ایسے سرد موسم میں زیتون کی مسجد کے اونچے اور لمبے ستونوں والے برامدے میں موٹی موٹی کھالیں پہنے بچے ہاتھوں میں قدیم اوراق تھامے ہل ہل کر سبق پڑھ رہے تھے۔

"اس سال کتنے بچوں کا اضافہ ہوا ہے عباس" مسجد کے احاطے میں رک کر جوتے پہنتے ہُرمز نے پوچھا۔

عباس نے گہرا سانس بھرا اور برامدے میں موجود یتیم بچوں کو دیکھا" گزشتہ سال سے جاری یہودی تنازعے میں بہت سپاہی شہید ہوئے ہیں،کچھ کی نگرانی شاہی محل کی مسجد میں ہو

رہی ہے اور کچھ یہ ہیں جن کی سرپرستی قاضی صاحب نے لی ہے" مسجد کا داخلی دروازہ عبور کرتے اب وہ دونوں وسیع گلی میں چلتے جا رہے تھے ان کا رخ بازار المقاطہ کی طرف تھا۔

عباس کی بات پہ ہُرمز نے حسب عادت سنہری آنکھیں سکیڑ کر جنوب میں واقع یہودی محلے کو دیکھا" جب میں چھوٹا تھا تب اندلس کو شیخوں کی سرزمین کہا جاتا تھا، یہاں سے بہت بڑے بڑے شیخ عالمِ اسلام کے لیے دنیا میں بکھر گئے تھے" اس نے ملال میں گہرا سانس بھرا" اور اب مجھے حیرت ہوتی ہے عباس یہ دیکھ کر کہ اسی شیخوں کی سرزمین پہ، مسلمان ریاستوں میں یہ یہودی کیسے اتنے بڑے بڑے گھر بنا لیتے ہیں" عباس نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا، یہ سب اس کی آنکھوں کے سامنے بنا تھا۔

"میں بارہ سال کا تھا جب یہ زمین بنجر تھی، تیرہ سال کا ہوا تو اسے ایک صلیبی تاجر نے خریدا، انتہائی مہنگے داموں میں کہ لوگوں کو اس کے پاگل ہونے کا گمان ہوا، چودہ سال کا ہوا تو یہاں تعمیر شروع ہو گئی اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ صلیبی دراصل یہودی تھا اور پھر انہوں نے حکومت کو دو گنا زیادہ محصول دینا شروع کیا، ریاستی خزانے میں ترقی ہوئی اور یہ

"اس نے ہاتھ کے اشارے سے کچھ گھروں کو گنا" یہ پانچ گھروں پہ مشتمل علاقہ پورا محلہ بن گئے اب یہاں پچاس یہودی گھر ہیں، ہر گھر میں کم از کم پندرہ افراد ہیں اور یہ ہر دن پانچ مسلمان شہید کرتے ہیں" ایک تو یہ یہوی نسلیں بھی بہت جلدی بناتے ہیں سوچتے اس نے سر جھٹکا،بات ختم ہوئی تو انہوں نے قدم آگے کی جانب بڑھائے۔

بازار المقاطہ میں داخل ہوتے ہُرمز نے چاروں اطراف دیکھا،قرطبہ کا یہ بازار اپنی اونچی اور تنگ گلیوں کے باعث مشہور تھا،گلیوں کے اندر گلیاں،زیر زمین اترتے راستے،دو منزلہ عمارتیں اور دکانیں،یہ پورے اندلس کا سب سے بڑا بازار تھا،یہاں ہر ملک اور مذہب کے لوگ تجارت کرنے آتے تھے۔نئے موسم کی آمد کے باعث بازار میں رش لگا تھا،حکومتی وردی پہنے مسلح نگران سپاہی یہاں وہاں گھوم رہے تھے،بھانت بھانت کی بولیاں عروج پہ تھیں،اپنی اپنی دکانوں کی طرف دعوت دیتے تاجر،بحث کرتے خریدار سب کچھ سامنے تھا، بازار کی حالت دیکھ کر اسے بے اختیار افسوس ہوا۔

"وہ کھالیں بیچنے والا بوڑھا یہودی ہے،سیاہ پردے میں لپٹی اللہ کے نام پہ مانگنے والی عورت یہودی ہے،اس بازار کا سب امیر تاجر یہوی ہے اور سب سے غریب تاجر بھی یہودی ہے،یہاں مسلمانوں کے کاروبار میں شراکت کرنے والا ہر دوسرا شخص یہودی ہے"وہ سپاٹ تاثرات کے ساتھ چلتا ہوا تبصرہ کر رہا ہے۔

"اور یہ سب تمہیں کیسے پتہ"عباس نے اچنبھے سے پوچھا۔

ہُرمز نے شانے اچھکائے "کیا تم نے ہماری ریاست کے خزانے پہ غور نہیں کیا، کیا تم نے بازار میں بڑھتی ترقی پہ غور نہیں کیا"اس کے لہجے میں گہرے مشاہدے کی رمق تھی "میں نے یروشلم میں رہ کر یہودیوں کے بہت چہرے دیکھے اور ان کے ہر چہرے میں صرف ایک ہی بات یکساں ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ان یہودیوں کے ہاتھ میں بڑی دولت ہے ،ان کے پاس دولت بڑھانے کا ہنر ہوتا ہے ان کے پاس سے سونے کی خوشبو آتی ہے، جہاں یہودی ہوں وہاں دولت کا ہونا لازم ہے،یہ مسلم ریاستوں کو برباد کرنے سے پہلے انہیں حرام کے خزانے سے آباد کرتے ہیں،یہ خود غریب رہتے ہیں مگر اپنے دولت سے

بھرے ہاتھ ہم مسلمانوں کے حلق میں اتارتے ہیں، یہ اپنا ہنر ہماری دولت بڑھانے پہ لگاتے، یہ اپنی حرام کی خوشبو کو اتنا تیز کرتے ہیں کہ ہمارے دل ایمان کی خوشبو سے دور ہو جاتے ہیں اور ہماری مسلمان ریاستیں سمجھتی ہیں کہ ہم ترقی کر رہے ہیں، یہ مسلم ریاستوں کو سود کا عادی بنا رہے ہیں اور مجھے لگتا ہے عنقریب یہ سود کو ہمارے درمیان عام کر دیں گے" آخر میں وہ تلخی سے بڑبڑایا۔

"ہوں "عباس نے گہرا سانس بھرا اور رک گیا، وہ اصطبل پہنچ چکے تھے" پھر اس ریاست اور تخت کے بارے میں کیا ارادہ ہے تمہارا" اس نے دھیمی دازداری سے پوچھا۔

"میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے" سادگی کے کہتے اس ملکہ کو اصطبل سے نکالا۔

"کیا" عباس کا دماغ بھک سے اڑا۔

ہُرمز چھلانگ لگا کر ملکہ پہ سوار ہوا، ملکہ نے اگلی ٹانگیں ہوا میں بلند کی، عباس نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا جو ملکہ پہ سوار تھا" میں مشرقِ وسطیٰ سے یہاں قرطبہ کو ایک ہُرمُز

دینے آیا ہوں، ضروری تو نہیں کہ وہ ہُرمُز میں ہوں" اپنی بات مکمل کرتے اس نے لگام کس لی۔

عباس نے تشویش سے اسے دیکھا" اور سلطان کو کیا جواب دو گے تم"

"سلطان کو اپنے مقاصد سے آگاہ کر چکا ہوں میں" اطلاع دیتے اس نے لگام کھینچ لی ملکہ نے قدم بڑھا لیے" جس میں قربان ہونے اور قربانی دینے کا جزبہ ہو گا اندلس کا تخت اسی کو ملے گا" کچے راستے کو پر سوچ انداز میں دیکھتے وہ فیصلہ کن انداز میں بڑبڑایا، عباس اس کی دور ہوتی پشت کو تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں کے اوجھل نہ ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆

شہر کے بہترین قصائی اس وقت محل کے گرم باورچی خانے میں موجود ذبح کیے گئے ہرن اور دنبوں کی کھالیں اتارنے میں مصروف تھے، خادمائیں لوٗ لوٗ خاتون کی نگرانی میں نمک اور ہلدی کے بڑے بڑے طشت لیے خاضر ہوئی۔

"چلو رکھو ان کو یہاں" انہوں نے حکم صادر کیا، خادماؤں نے جھٹ سے طشت رکھ دیے اور ایک طرف ہو گئی۔

"اور تم لوگ تھوڑی چھری تیز کر لو انتہائی سست قصائی ہو، ابھی اگر برفباری شروع ہو گئی تو اس کو واپس اندر کرنا پڑے گا" اب ان کا رخ قصائیوں کی جانب تھا، وہ یہ جملہ صبح سے اب تک ہزاروں بار دھرا چکی تھیں۔

اب کہ ان کی بس ہوئی ایک قصائی نے چھری رکھی اور ان کی جانب پلٹا "اگر آپ کو زیادہ تجربہ ہے تو آپ کر لیں خاتون اور ہمیں بھی سیکھا دیں" کہتے قصائی نے بے چارگی سے انہیں دیکھا پیچھے کھڑی خادماؤں کی گھٹی گھٹی ہنسی نکلی، وہ محل کے خادم نہیں تھے جو ان کو برداشت کرتے۔

لوٗلوٗخاتون گڑبرا گئیں "ارے میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی تم کرو اپنا کام "متذبذب سے کہتے وہ پیچھے ہوئی۔

"بہت شکریہ آپ کا "عاجزی سے کہتے قصائی واپس مڑا اور کام میں مصروف ہو گیا۔

"صبح بخیر لوٗلوٗخاتون "ہشاش بشاش اور مسکراتا رستم کاکا لوٗلوٗخاتون کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

کھڑے کھڑے لوٗلوٗخاتون نے ہلکا سا رخ موڑا، صاف ستھرا لباس، اچھی خوشبو، قیمتی انگوٹھیاں وہ واقعی محل کا خادم لگ رہا تھا۔

"آپ کو بھی نئی صبح بخیر رستم کاکا "ہلکا سا مسکرا کر کہتیں وہ وہاں سے ہٹ کر باورچی خانے سے باہر نکل آئی، رستم کاکا نے پہلے حیرت سے ان کی مسکراہٹ دیکھی پھر سر جھٹکے باہر نکلا۔

گرم لباس پہنے وہ سبزہ زار کی لمبی روش پہ قدم اٹھا رہی تھی، موسم جتنا حسین تھا اتنا ہی سرد تھا۔

"ہماری کچھ بات ہوئی تھی لوٗ لوٗ خاتون" ان کے ہمقدم ہو تا وہ مدعے پہ آیا۔

"اونہوں رستم کاکا" لوٗ لوٗ خاتون کے چلتے قدم رک گئے وہ رستم کاکا کی جانب مڑی" ہمارے نہیں میری بات ہوئی تھی"

"کیا مطلب" اس نے مشکوک سا لوٗ لوٗ خاتون کو دیکھا۔

"مطلب یہ رستم کاکا کہ اس دن میری بات ہوئی، آج زرا آپ کی بات کر لیں پھر لین دین پہ آئیں گے" وہ گہرا مسکرائیں اور ان کے نزدیک ہوئی" آج سے تم مجھے ہر ماہ سونا دیا کرو گے نہیں تو"

"نہیں تو کیا" وہ درشتی سے بولا۔

کمینی سے مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پہ آئی" نہیں تو میں ایک ایک کنیز کا بازو پکڑ پکڑ اسے بتاؤں گی کہ رستم کاکا خواجہ سرا نہیں بلکہ ایک حوس کا پجاری مرد ہے"

رستم کا دل دھک رہ گیا، چہرے کا رنگ ایک لمحے میں بدلا" میں تمہیں" وہ طیش میں ان کے نزدیک ہوا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"پچ پچ تم نہیں میں"انہوں نے ٹوکا"میں محل کے ایک ایک فرد کو اس راز میں شامل کروں رستم کا کا،اب جس ماہ مجھے سونا نہ ملا اس ماہ اس راز کا ایک شریک بڑھ جائے گا،میں انتظار کروں گی"اس کا کاندھا تھپ تھپتھاتے وہ واپس مڑ گئی۔

رستم نے نفرت سے اس کی پشت کو دیکھا"بس کچھ وقت اور"تنفر سے بڑبڑاتے وہ مڑ گیا۔

ادھر لوٴلوٴ خاتون زیر لب کچھ گنگناتے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑوں پہ نمک اور ہلدی مل رہی تھی،خادماؤں نے تعجب سے انہیں دیکھا ان کا مزاج خوش گوار تھا،گوشت کے ٹکروں مین سراخ کرتے ان میں مضبوط رسی ڈال کر اسے سپاہیوں کے سپرد کیا۔

"انہیں کھڑکی کی سامنے لٹکا دو تاکہ اچھے سے سوکھ جائیں" تحکم سے کہتی وہ مڑ گئی۔

"پچھلی بار جب رستم کا کا ان سے ملے تھے تو وہ بھی ایسے ہی خوش تھے اور آج ان کو دیکھو" خادماؤں کی ٹولے میں سرگوشی ہوئی۔

"رستم کاکا تو خواجہ سرا ہیں اور یہ اپنی عمر تو دیکھیں توبہ!" اب وہ دھیمی بڑبڑاہٹ میں باتیں کررہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

"التمش آغا اندر ہیں" تیمور نے شاہی دربار کے دروازے پہ تعنات پہرے دار سے دریافت کیا۔

"التمش آغا شاہی ایوان کی طرف گئے ہیں شہزادے، انہوں نے کہا تھا کوئی بھی آئے تو ان سے کہنا وہ وہیں ملیں گے" سپاہی نے رٹے ہوئے سبق کی طرح دھرایا۔

"شاہی ایوان" وہ بڑبرایا "کس لیے گئے ہیں کچھ معلوم ہے"

پہرے دار کا سر نفی میں ہلا "نہیں شہزادے انہوں نے اتنی معلومات نہیں دی"

"ٹھیک" تیمور سر ہلاتے پلٹ آیا، اب اس کے قدم شاہی ایوان کی جانب تھے "آخر کرنا کیا چاہتے ہو تم التمش آغا"

شاہی ایوان کی اونچی اور چوڑی بالکنی شبِ یلدا کے برعکس آج خالی تھی، گہرے بھورے رنگ کی ٹخنوں تک آتی قیمتی کپڑے کی پوشاک، سر پہ جواہرات لگی ٹوپی، اور ہاتھوں میں قیمتی پتھر پہنے وہ بالکنی کی منڈر کے پاس کھڑے پر سوچ انداز میں انگوٹی گھماتے میدان کو دیکھ رہے تھے۔

بالکنی میں قدموں کی چاپ ابھری "مجھے لگا آپ کچھ اہم کر رہے ہونگے مگر آپ تو یہاں اندلس کے ہر دوسرے فرد کی طرح موسم سے لطف اندوز ہو رہے ہیں" تیمور طنزیہ کہتے اس کے پہلو کی جانب کھڑا ہو گیا۔

التمش نے ہلکی سی نگاہیں موڑ کر اسے دیکھا، وہ عمر سے زیادہ بڑا بننے کی کوشش میں تھا، اس نے نظریں دوبارہ میدان کی جانب کر لیں "جو یہاں کھڑے ہو کر میں کر رہا ہوں وہ اس محل میں اور کوئی نہیں کر سکتا"

"اور آپ ایسا کیا کر رہے ہیں جو محل میں اور کوئی نہیں کر سکتا" اسے تجسس ہوا۔

"مشاہدہ" اس نے اتنا کہا کہ میدان میں دور سے بھورے رنگ کا گھوڑا آتا دکھائی دیا،

التمش آغا کی سنہری آنکھوں میں چمک اتری "میں وہ مشاہدہ کر رہا ہوں شہزادے جو ہر عام انسان کی آنکھ نہیں کر سکتی" اس کی نظریں مسلسل اس گھڑسوار پہ تھیں کہ کچھ خیال آتے تیمور کی جاب مڑا "کیا آپ اس مشاہدے میں میرا ساتھ دیں گے"

"کیا یہ سود مند ہو گا" تیمور نے متذبذب سے پوچھا۔

التمش کمینگی سے مسکرایا "دیکھتے جائیں" کہتے اس نے سامنے دیکھا جہاں گھوڑے نے ٹانگیں ہوا میں بلند کی "آپ نے بس اس شخص کو دیکھتے رہنا ہے"

"ٹھیک ہے" التمش کی بات پہ عمل کرتے تیمور نے نظریں سامنے جمالیں۔

مشقی میدان میں سپاہی معمول کے مطابق مشق میں مصروف تھے، وہ اطراف میں دیکھتے آگے بڑھ رہے تھے "میں آج تمہیں صرف اس لیے ساتھ لایا ہوں کیونکہ مجھے دیر بھی ہو سکتی ہے مگر دیکھو تم مجھے تنگ بلکل نہ کرنا ایک اچھی اور صابر بیوی کی طرح میرا انتظار کرنا،

ویسے ایک راز کی بات بتاؤں تمہیں "کچھ یاد آتے وہ ملکہ کے کان کے پاس جھکا "شہزادی بہت جلاد طبع واقع ہوئی ہے دیکھا نا تم "اس نے ملکہ کے گھنگرالے بالوں میں ہاتھ پھرتے شرارت سے کہا۔ آج وہ محل کے راستے نہیں بلکہ عام سپاہیوں والے راستے آیا تھا، میدان میں داخل ہوتے ہی ملکہ نے اپنی ٹانگیں ہوا میں بلند کی شاید وہ اس جگہ کو پہچان گئی تھی ہُرمز کی سنہری مسکرائیں۔

"یہاں ایسا مت کرو ملکہ، اگر محل کے مکینوں نے دیکھ لیا تو انہیں گھڑسواری بھی سیکھانے پڑ جائے گی" محظوظ ہوتے ان نے لگام کھینچ لی، ملکہ نے قدم زمین پہ رکھے تو وہ نیچے اترا، ماحول میں ہوا کا زور چلا، آسمان نے چاندی بکھیرنا شروع کی، میدان میں ہر طرف شور بلند ہوا، اندلس کے قرطبہ کو موسمِ سرما کی پہلی برفباری مبارک ہو۔

ملکہ کی لگام چھوڑ کر اس نے سنہری آنکھیں اٹھا کر افق کو دیکھا "اندلس میں آخری برفباری مبارک ہو تمہیں ہُرمز توران" سرگوشی کی صورت کہتے وہ جیسے ہی مڑا اس کی نظر دور سے اسی سمت دیکھتی شہزادی پہ پڑی، ہُرمز نے قدم اس کی جانب بڑھائے۔

آج شہزادی مکمل سفید لباس میں ملبوس تھی، قرطبہ پہ گرتی برف جیسے سفید حجاب کے ہالے میں اس کی سیاہ آنکھوں کی چمک خاص تھی، اس کی شخصیت بغیر کسی تاج اور زیور کے بھی ممتاز لگ رہی تھی۔

"صبح بخیر استاد" شہزادی نے پہل کی۔

"صبح بخیر شہزادی" ہُرمز سر کو خم دے کر سیدھا ہوا۔

"کل آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میرا ارادہ مشق جاری رکھنے کا ہو تو میں اپنی نزاکت اور شہزادی ہونے کے احساسات کو محل میں ہی چھوڑ آؤں" سپاٹ انداز میں کہتے اس نے کمان اٹھائی اور ہُرمز کی طرف بڑھائی، ہُرمز نے ایک نظر اس کے بے تاثر چہرے کو دیکھتے کمان تھام کر پاؤں میں پھنسائی اور اس کی رسی آخری حد تک مضبوط کی۔

"تو کیا آپ یہ سب محل میں چھوڑ کر آئی ہیں؟" کمان واپس جانب بڑھاتے اس نے پوچھا، زلیخا نے کمان کو پھر وسط سے مٹی میں پکڑا، اب کے ہُرمز کو کوئی شک نہ رہا۔

"ہرگز نہیں!" اس نے ترکش سے تیر نکالا اور ہُرمز کے سامنے آئی "میں اپنے احساسات اور اپنی پہچان محل میں چھوڑ آتی اگر میں صرف ایک شہزادی ہوتی لیکن میں" اس نے ہُرمز کی آنکھوں میں دیکھتے تیر کو کمان میں انتہائی مہارت سے ڈالا اور رسی کھینچی، زخم پہ دباؤ آیا اور خون بہہ نکلا "میں ہُرمز ہوں" اس نے تیر چھوڑ دیا مگر دونوں میں سے کسی نے بھی نشانے کی جانب نہ دیکھا وہ دیکھے بغیر بھی جانتے تھے تیر ہدف میں لگا ہے۔

"میں قرطبہ کی۔۔۔۔ ہُرمز ہوں، ایک عظیم روح، یہ میری پہچان ہے، میں اسے پتھر کے محل میں نہیں دفنا سکتی، میں تخت کے لیے پیدا ہوئی ہوں اور میرا تخت میری پہچان سے ہو گا" اس نے سنہری آنکھوں میں دیکھتے ایک ایک لفظ چبا چبا کے ادا کیا "نہ آپ اور نہ میرا باپ اور نہ کوئی اور مرد مجھ سے میری پہچان چھین سکتا ہے، یہ پہچان مجھے آسمانوں سے ملی ہے" زلیخا مڑی اور دوسرا تیر نکال کر اس کے سامنے آئی، وہ اس سے قد میں کافی لمبا تھا اسے آنکھیں اٹھانی پڑیں، دونوں کی بے تاثر نگاہیں ایک دوسرے پہ جمی تھیں

دونوں ایک دوسرے سے بلکل مختلف تھے ان میں کچھ بھی یکساں نہ تھا ہاں مگر دونوں کی پہچان ایک تھی وہ دونوں دو الگ الگ دنیا کی ہُرمز تھے۔

"ایک ہُرمز کبھی اپنی پہچان نہیں چھوڑتا، جو اپنی پہچان بھول جائے دنیا اسے بھول جاتی ہے اور ہُرمز رہتی دنیا تک یاد رکھے جاتے ہیں" ٹھنڈے لہجے میں کہتے اس نے دوسرا تیر بھی چھوڑ دیا۔ ہُرمز نے چند لمحے لب بھینچے بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا، اس سے پہلے کہ شہزادی واپس مڑتی وہ گہرا سانس ہوا سے سپرد کرتے ایک قدم آگے بڑھا اور زرہ سے سفید رومال نکالا۔

شہزادی کی سیاہ آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں، دل کی دھڑکن ایک لمحے کو تھم گئی، ہُرمز نے رومال پھیلا کر اس کے زخمی ہاتھ پہ لپیٹا، چاندی بکھرتے ماحول میں زلیخا نے اس کی جھکی ہوئی سنہری آنکھوں کو دیکھا، چاروں اطراف جیسے طلسم بکھرا ہو۔

"جب آپ محل سے اتنا کچھ لا رہی ہیں تو تھوڑا سا ضرورت کا ساز و سامان بھی لے آیا کریں کیونکہ میرے رومال قرطبہ کے سب سے قیمتی دھاگے سے بنتے ہیں اور آپ کی

سلطنت مجھے اتنا معاوضہ نہیں دیتی کہ میں ہر دوسرے دن نیا رومال خریدوں" نرم لہجے میں کہتے اس نے گراہ لگائی۔

"ہک ہاہ" گستاخ ایک شہزادی کو اپنی اشیاء کے دام بتا رہا تھا، اس لمحے کو شہزادی کا دل کیا وہ یہ مخملی رومال اس کی گردن کے گرد لپیٹ دے، وہ ایسا کر بھی دیتی اگر اسے ہُرمز کے کاندھے کے پیچھے سے گھوڑے کی آواز متوجہ نہ کرتی۔

"کیا یہ گھوڑی آپ کی ہے؟" جواب جانتے ہوئے بھی اس نے پوچھا اور ہُرمز کے برابر سے نکلتی ملکہ کے نزدیک ہوئی، آنکھوں میں نرم سا تاثر چھا گیا، اس نے ملکہ کے نرم گھنگرالے بالوں پہ ہاتھ پھیرا، ملکہ پر جوش سے ہوتی اس کے گرد گھومی۔

ہُرمز نے مڑ کر ملکہ کی خوشی دیکھی "اس کا نام ملکہ ہے" اس نے باور کروایا۔

زلیخا نے لب دانتوں تلے دبائے وہ شخص جب اپنے نام کے لیے اس حد تک جنونی تھا تو پھر اس شاندار سواری کی توہین کیونکر برداشت کرتا "کیا تم نے اپنے مالک کو بتایا کہ میں اس کی محسن ہوں" اس نے ملکہ کے کان میں سرگوشی کی۔

"ملکہ مجھ سے کچھ نہیں چھپاتی"وہ زلیخا کے برابر آیا اور ملکہ سر سہلایا۔

"اور آپ نے جانتے ہوئے بھی میرے ساتھ تلخ رویہ رکھا"وہ کہنا چاہتی تھی مگر خاموش رہی۔

" آپ نے اپنے استاد کو دھوکہ دیا ہے شہزادی،استاد روحانی والدین کا درجہ رکھتے ہیں"اس ہاتھ ہنوز ملکہ کے بالوں میں تھا اور بات کو اشارہ تیر اندازی سیکھنے کے جانب تھا،شہزادی کا حلق کڑوا ہو گیا،ہُرمز سنجیدہ چہرہ لیے اس کی جانب مڑا" آپ کو تیر اندازی کب سیکھی"

"دو سال پہلے"زلیخا نے صرف اتنا ہی بتانا ضروری سمجھا انداز رو کھا تھا۔

"اور تلوربازی؟"

"ہاں تھوڑی بہت"اس نے شانے اچھکائے۔

"چلیں وہ دیکھ لیں گے کہ کتنی تھوڑی بہت اور گھڑ سواری؟" کہتے ہُرمز نے آنکھیں سکیڑیں۔

اب کے وہ کھل کر مسکرائی یہ شاید اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا" گھوڑے خدا کی وہ قدرت ہیں جن سے مجھے عشق ہے یہ میرے پاگل پن کی ابتداء ہیں اور انہیں قابو کرنا میرے جنون کے انتہا، ان سے محبت میری رگ رگ میں شامل ہے "اس کی گردن تنی ہوئی تھی آنکھوں کی چمک دیدہ زیب تھی، ہُرمز نے ملکہ کی لگام کھینچی، ملکہ نے ٹانگیں ہوا میں بلند کی، زلیخا نے آنکھیں اٹھائے اس منظر کو دیکھا، بلاشبہ موسمِ سرما کی پہلی برف حسین تھی۔

"اس دن کے لیے ملکہ مشکور ہے آپ کی" کہتے اس لگام زلیخا کی جانب بڑھائی۔

"اور ملکہ کا مالک؟" بے ساختہ ادا ہوا۔

زلیخا نے ایک نظر ملکہ پہ ڈالی اور لگام کے لیے ہاتھ بڑھایا، ہُرمز نے لگام تھمائی تو وہ ایک ہی چست میں رکاب پہ پاؤں رکھتی ملکہ پہ سوار ہو گئی۔

"میں ملکہ کا مالک نہیں ہوں "اس نے آنکھیں اٹھائے ملکہ پہ بیٹھی شہزادی کو دیکھا"ملکہ۔۔۔۔۔بیوی ہے میری" کہتے وہ دوسری سمت مڑ گیا شاید وہ اپنے لیے اصطبل سے گھوڑا لینے جا رہا تھا۔ ملکہ نے قدم بڑھائے زلیخا نے ٹھنڈا سانس بھرا وہ بات

پلٹ چکا تھا،اس کی دور ہوتی پشت کو دیکھتے زلیخا نے ہلکا بہت ہلکا سا رخ موڑا اتنا کے کچھ بھی واضح نہ ہوا مگر وہ جانتی تھی کہ وہاں وہ دونوں موجود ہیں،اب کے وہ اطمینان سے مسکرائی سب کچھ ویسا ہی تھا جیسا اس نے چاہا جیسا اس نے سوچا۔

قرطبہ کی خنک ہواؤں میں گرتی سفید برف میدان کو چاندی میں بھیگو رہی تھی، سفید گھوڑے پہ سوار لمبے بالوں والا مرد اور بھوری ملکہ پہ سوار سفید لباس والی شہزادی آہستہ آہستہ شاہی ایوان میں کھڑے دو لوگوں کی نظروں سے دور ہوتے جارہے تھے، گھوڑوں کی چال سست تھی شہزادی کی آدھا رخ مرد کی طرف تھا اور مرد کی سنہری آنکھیں مسکرا رہی تھیں شاید وہ کوئی بات کر رہے تھے۔

التمش آغا نے کمینی سے مسکراہٹ لیے تیمور کا دھکتا چہرہ دیکھا۔

"کیسا لگا مشاہدہ شہزادے"

تیمور کی آنکھوں میں شرارے پھوٹ رہے تھے "میں اس بکواس کو کیا سمجھوں التمش آغا" وہ ان کے نزدیک ہوتے غرایا۔

التمش نے رتمور کے لباس کی نادیدہ شکن چھاڑی" آپ اسے اندلس کا نیا سلطان سمجھیں" کہتے وہ مڑ گیا مگر پھر ٹھٹک کر رکا جیسے کچھ یاد آیا ہو "ویسے آپ یہاں۔۔۔۔ خیریت سے آئے ہیں، کوئی کام تھا تو مجھے بلوا لیتے" کمال کی عاجزی تھی۔

تیمور متذبذب سے اس کے نزدیک ہوا، چہرے پہ واضح اضطراب تھا۔

"بے فکر رہیں شہزادے میں آپ کا ہم راز رہوں گا" اس نے یقین دلاتے تیمور کی مشکل دور کی۔

تیمور نے چند لمحے سوچا پھر گردن موڑ کر میدان کی جانب دیکھا، اب وہ وہاں نہیں تھے اس نے چہرہ موڑ کر التمش کی سنہری آنکھوں میں دیکھا" مجھے اندلس کا تخت چاہیے، جو صرف آپ ہی دلا سکتے ہیں"

"ہہوں، کوئی مسئلہ نہیں ہے مل جائے گا" التمش نے پرسوچ انداز میں ہنگار پھرا، تیمور کی آنکھیں چمکیں "مگر" اس نے اضافہ کیا۔

"مگر کیا" وہ اضطرابی کیفیت میں بولا۔

"بدلے میں مجھے کیا ملے گا شہزادے" التمش کی سنہری آنکھوں میں سوال تھا۔

"غرناطہ کی قبائلی ریاستیں" تیمور نے ایک لمحہ نہ لگایا کہنے میں۔

"آپ نے بلکل درست انتخاب کیا ہے میں آپ کو قطعی مایوس نہیں کروں گا

شہزادے" التمش نے سر کو خم دیا اور مڑ گیا۔

اسی قرطبہ سے دور بہت دور اندلس کی سرحد پار سبز پہاڑی والے شہر **اکیتین** میں رات کا اندھیرا اختتام کو پہنچ چکا تھا، سبز پہاڑی کے صاف ستھرے راستے سنسان پڑے تھے، اکیتین میں صبح کا آغاز اللہ کے مبارک نام سے نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی یہاں اللہ کا نام لینے والے آباد تھے، یہاں دن چڑھنے کے بعد گرجا گھروں میں عبادتیں ہوتی ہیں، جہاں پورے اکیتین پہ خوابیدگی طاری تھی وہاں صرف وہ واحد انسان تھا جو پورے ہوش و حواس کے ساتھ اپنے شراب خانے میں بیٹھا سونے کے سکے گننے میں مصروف تھا اور پاس ہی ایک تحریری دستاویز پڑی تھا جس پہ سب سے نمایا لفظ "طلسی" تھا۔

مطمئن سا سانس خارج کرتے اس نے سامنے رکھے درمیانے حجم کے صندوق کا دروازہ بند کیا، رقم اس کے مطالبے سے کئی گنا زیادہ اور وقت سے پہلے بھیجی گئی تھی۔

"تو بلآخر تم نے رقم حاصل کر لی" آواز میں طنز تھا، وہ پیچھے نہیں مڑا مگر وہیں بیٹھے اس نے ساتھی کو جواب دینا ضروری سمجھا۔

"میں دولت نہیں بلکہ دولت مجھے حاصل کرتی ہے، تمہیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اندریو کو سونے سے نہیں بلکہ سونے کو اندریو سے عشق ہے، یہ دولت خود چل کے میرے قدموں میں آتی ہے پھر چاہے میں دنیا کے کسی کونے میں ہی کیوں نہ ہوں" اس کا لہجہ ہر قسم کے تاثر سے پاک تھا، خالی خالی آنکھوں سے سونے سے بھرے صندوق کو دیکھتے اس قدم موڑ لیے یہ وقت اس کا شراب بنانے کے لیے مخصوص تھا۔

جاری ہے۔

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842